إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

کتاب وسنت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

سہ ماہی مجلّہ

المکرم

نگران

حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر

مجیب الرحمٰن سیاف

شمارہ نمبر 24

صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی 1435ھ دسمبر، جنوری، فروری 15-2014ء

چند کتاب دوست لوگوں کا تذکرہ

کرسمس ایک تقابل، ایک تجزیہ

نگاہوں کی حفاظت اور جدید سائنس

سید الانبیاء ﷺ کا غیر مسلموں سے سلوک

موجودہ مسائل کا حل سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

ناشر: شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ

(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

نبی ﷺ کا جسد اطہر اور آپ کا پسینہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَلَا حَرِيرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))

''رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اتنے نرم ونازک اور ملائم تھے کہ اتنا ریشم بھی نرم اور ملائم نہیں ہوتا۔''

((وَلَا شَمَمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَبِيرَةً أَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ))

''رسول اللہ ﷺ کے جسم کی خوشبو اتنی عمدہ تھی کہ اس کے مقابلے میں کستوری اور عنبر بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔''

بخاری، الصوم، باب مایذکر من صوم النبی ﷺ (۱۹۷۳)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے لیے چمڑے کا بچھونا بچھایا کرتی تھیں جس پر آپ ﷺ دوپہر کو آرام فرماتے تھے جب آپ ﷺ سو جاتے تو وہ آپ کا پسینہ اور بال کٹھے کر کے ڈبیہ میں محفوظ کر لیا کرتی تھیں۔ جب حضرت رضی اللہ عنہ کا آخری وقت تھا تو انہوں نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو وصیت کی میرے مرنے کے بعد میت والی خوشبو میں آپ ﷺ کا ڈبیہ میں محفوظ پسینہ شامل کر کے مجھے خوشبو لگائی جائے۔

بخاری، الاستئذان، باب من زار قوما۔۔۔(٦٢٨١)

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

سہ ماہی مجلّہ

کتاب وسنّت کا ترجمان علمی دعوتی واصلاحی

المکرم

24

صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی 1435ھ

دسمبر، جنوری، فروری 15-2014ء

بیاد

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

و

مولانا حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر

مجیب الرحمٰن سیاف

معاون

حسنین شاکر زبیری

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ

مہتمم جامعہ ھذا

نگران اعلیٰ

حافظ اسعد محمود سلفی

مجلس ادارت

الشیخ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ

پروفیسر حافظ ارشد حفظہ اللہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ

الشیخ عبدالوحید ساجد حفظہ اللہ

الشیخ محمد عظیم حاصلپوری حفظہ اللہ

ضیاء اللہ کھوکھر حفظہ اللہ

اساتذہ جامعہ ھذا

انتظامیہ جامعہ ھذا

فہرس

اداریہ	محمد عثمان اسماعیل سلفی	۲
درس قرآن	شیخ عبدالوحید ساجد	۴
درس حدیث	شیخ محمد مالک بھنڈر	۶
اللہ کی صفات	مولانا رحمت اللہ شاکر	۸
احکام ومسائل	شیخ عبدالوحید ساجد	۱۳
مسائل کا حل سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں	پروفیسر عبدالرؤف ظفر	۱۶
کرسمس ایک تقابل، ایک تجزیہ	حسنین شاکر زبیری	۲۸
نہ کہنے کی باتیں	ابن عمر دین لاہوری	۴۱
سید الانبیاء ﷺ کا غیر مسلموں سے سلوک	قاری عبدالقدیر	۴۶
نگاہوں کی حفاظت اور جدید سائنس	محمد یحییٰ طاہر	۵۱
امام محمد بن عبدالرحمٰن قبیل رحمہ اللہ	قاری محمد ابوبکر المنشاوی	۵۳
ایک شیخ اور بجھی اور بڑھی تاریکی	حافظ اسامہ اشرف	۵۶
چند کتاب دوست لوگوں کا تذکرہ	محمد عظیم حاصل پوری	۵۷
مزاج اور نفسیات کا خیال رکھیں	محمد عثمان مدنی	۶۱

مجلّہ المکرّم کو انٹرنیٹ پر آن لائن پڑھنے کے لیے

www.almukarram.webs.com

Email: mukarram.grw@gmail.com

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

خط وکتابت

جامعہ اسلامیہ سلفیہ

(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

0301-5073941 /055-3846592

زرتعاون ——— 25 روپے

سرکولیشن منیجر

حافظ عبدالقدیر

0308-6522441

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الإسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ

مولانا محمد عثمان اسماعیل سلفی

۲۱ویں صدی کا سورج اپنے دامن میں امتِ مسلمہ کے لیے ایک طویل معرکہ لے کر طلوع ہوا۔ وہ امت جو ابھی تک ابن سبا یہودی کے لگائے ہوئے چرکوں کو نہیں بھلا پائی اور جس امت پر تاتاری حملوں کے زخم اتنے گہرے ہیں کہ ہر زخم اپنے پیچھے ایک داستان چھپائے بیٹھا ہے۔ مگر اس صدی کا معرکہ خیر وشر کے معرکوں میں سے سب سے غضب کا معرکہ ہے اور ۲۱ویں صدی کے طلوع ہوتے ہی شر اپنے پورے دجل کے ساتھ پوری امت مسلمہ کو لپیٹ لینے کے درپے ہوا۔ جبکہ یہ سب اہلِ شر جو شناخت سے لے کر حقیقت تک اور تاریخ سے لے کر مذہب تک ایک دوسرے سے جدا تھے۔ مگر اس معرکے میں «الکفر ملة واحدة» کا مصداق بن کر ایک ایسی مہم پر چل پڑے کہ جس کا مقصد دنیا کے مختلف کونوں میں بکھری ہوئی اور گروہوں اور نسلی تعصب میں تقسیم ہونے کے باوجود ایک اللہ کی وحدانیت کو اپنے سینے سے لگائی ہوئی امت مسلمہ کو محض ایک اللہ کے تصور سے نکال کر دنیا کے مختلف بت کدوں کے آگے جھکانا تھا مگر یہ سب کچھ اچانک نہیں ہوا بلکہ اس کے پیچھے صدیوں کی نفرت دلوں کا بغض اور دماغوں کا فتور تھا۔ اور اس کے پیچھے وہ رپورٹس تھیں کہ جن کو پڑھ کر اہلِ شر حیران وششدر تھے کہ گزشتہ ۵۰ سالوں میں دنیا بھر میں مذہبِ اسلام کو ماننے والے مجموعی طور پر ۲۳۵ فیصد کے حساب سے بڑھ گئے ہیں! جبکہ صرف اور صرف امریکہ میں ۲۵ فیصد اور یورپ میں ۱۴۳ فیصد کی رفتار سے اسلام اُبھرا ہے۔ اہلِ شر سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ آخر یہ سب کیسے ہو گیا؟ جبکہ انہوں نے تو اپنے مطلوبہ رزلٹ حاصل کرنے کے لیے امتِ مسلمہ میں ہر طریقہ آزمایا تھا اور پانچ نکاتی فارمولا بھی آزما چکے تھے، یعنی زر، زن، زمین، رشوت اور فحاشی بھی اگر یہ سب کچھ کر کے بھی مطلوبہ رزلٹ نہ ملیں تو پھر آخری حربہ مار دھاڑ۔ پھر اس کے علاوہ کوئی اور آپشن بھی نہیں۔

(مزید تفصیل کے لیے ''اینڈر یو کرینگٹن'' کی کتاب جوار دو ترجمے سے شیطانی کنیسہ کے

نام سے شائع ہو چکی ہے ملاحظہ فرمائیں)

باوجود یہ کہ اہلِ شر ان سب اصولوں کو آزما چکے تھے اور نہ صرف مسلم حکمرانوں کو بلکہ مسلمان ممالک کو بھی وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اپنی جاگیر بنا چکے تھے مگر اسلام ان کے لیے اتنا بڑا چیلنج بن جائے گا انہوں نے کبھی نہ سوچا تھا۔

چنانچہ صدیوں کی نفرت اور دماغوں کا فتور ایک مرتبہ پھر اہلِ شر کو ایک نئی اور خوفناک صلیبی جنگ کی آڑ میں میدان میں لے آیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب اس امت کے ہدی خواں منوں مٹی کے نیچے سو چکے ہیں اور اب مسلمان جسدِ واحد کی مانند نہیں تھے اور اس کا تجربہ وہ خلافت عثمانیہ کو ختم کر کے دیکھ چکے تھے۔ اور جبکہ امت کی اکثریت بھی (وہن) کی بیماری میں مبتلا ہو کر حب الدنیا وکراہیۃ الموت کا عملی مظہر بن چکی تھے تو اہلِ شر پھر برسے اور بالکل اسی طرح جس طرح بھوکا بھیڑیا اپنے شکار پر ٹوٹتا ہے اور نبی آخر الزماں کی وہ بات پوری ہوگئی «یوشك الأمم أن تداعى عليكم كما تداعى الأكلة إلى قصعتها» ''کہ امتیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والا کھانے کے برتن پر ٹوٹتا پڑتا ہے۔''

کئی دہشت گرد قرار دے کر تاریکی زنداں میں گئے اور کئی نے شہادت کو سینے سے لگایا اور کچھ (منهم من ينتظر) کے مصداق گلشن کے تحفظ کی قسم کھا کر خونِ جگر کے نذرانے پیش کرتے رہے۔ دنیا حیران تھی کہ امن کا نوبل انعام بانٹنے والے کیا اس طرح سے خون کی ہولی بھی کھیل سکتے ہیں کہ جن کے مظالم کے سامنے تاتاریوں کے مظالم بھی بھول گئے۔ امت پٹ رہی تھی اور ہر طرف الغیاث یا عباداللہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھی ایسے میں ہر مومن کے دل میں متى نصر الله کی صدا زبان سے دعا کی صورت میں نکل کر عرشِ الٰہی پر دستک دے رہی تھی مگر اب جبکہ یہ سارے لشکر لڑائی لڑ کر تھک گئے اور واپس جا چکے ہیں اور دوسری طرف حالت یہ ہے کہ اب یورپ میں ہر ۵۰ واں شخص مسلمان ہو رہا ہے اور جس اسلام اور پاکستان کو مٹانے آئے تھے وہ اسی شان وشوکت سے ہیں۔

تو مجھے نبی اکرم ﷺ کے الفاظ یاد آرہے ہیں:

«الإسلام يعلو ولا يعلى عليه»۔ ''اسلام غلبہ آئے گا مغلوب نہیں ہوگا۔''

درس قرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توحید ایمان یا کفر وشرک

الشیخ عبدالوحید ساجد صاحب

﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴾ [ابراھیم وآیت ۲۴۔۲۵۔۲۶]

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ایک پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان فرمائی ایک پاکیزہ درخت کی طرح جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی چوٹی آسمان میں ہے۔ وہ اپنا پھل اپنے رب کے حکم سے ہر وقت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کیلئے مثال بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور گندی بات کی مثال ایک گندے پودے کیطرح ہے جو زمین کے اوپر سے اکھاڑ لیا گیا اس کے لے کچھ بھی قرار نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے توحید کی مثال کھجور کے درخت اور شرک کی مثال حنظل (اندرائن) سے دی ہے کھجور کا درخت بہت مضبوط اور محکم ہوتا ہے کیونکہ اس کی جڑیں زمین کی گہرائی میں جا کر دور دور تک پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ جبکہ اس کی شاخیں بلندی کی طرف جا رہی ہوتی ہیں۔ یہ درخت ہر فصل میں خوب پھل دیتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اندرائن کا پودا جس کی جڑیں مضبوط اور محکم نہیں ہوتیں بلکہ ایک ہی جھٹکے سے اسے زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاتا ہے یعنی اس کیلئے کوئی ثبات نہیں ہے اور اس کا پھل بھی کڑوا اور ناقابلِ استعمال ہوتا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کلمہ طیبہ سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ہے۔ اور پاکیزہ درخت سے مراد مومن ہے۔ اس کی جڑ مضبوط ہے یعنی مومن کے دل میں لا الٰہ الا اللہ جما

ہوا ہے۔اس کی شاخ آسمان میں ہے یعنی اس توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں ۔کلمہ خبیثہ کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اور اللہ کے فرمان :گندے کلمے کی مثال گندے درخت کی طرح ہے'' اس میں کافر کی مثال بیان کی گئی ہے جس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی مضبوطی ہے۔اس کی مثال اندرائن کے پودے سے دی جسے سریان بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے توحید و ایمان اور کفر و شرک کے نتائج و ثمرات بیان کرتے ہوئے دو درختوں کی بہترین انداز میں مثال بیان فرمائی ہے۔بہتر کا انتخاب کریں !

ام المؤمنین سیدنا حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف (اشعر غسان)

ان کے پہلے شوہر حضرت خُنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جو غزوہ بدر میں زخمی ہو گئے تھے اور بعد میں غزوہ احد سے قبل رحلت کر گئے اور وہ بیوہ ہو گئیں ۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حفصہ کے بارے میں پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شادی کی پیشکش کی ۔انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو پیشکش کی انھوں نے کہا میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دونوں کی بے رخی سے دلی صدمہ ہوا اور غصہ آیا اور اس صورت حال کو دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوئے اور اسکی شکایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ۔اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

''حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ شادی کرے گا جو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ اس سے شادی کرے گا جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر ہے۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رشتہ طے کر لیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شادی اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کر دی۔

جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: عمر! آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں، دراصل بات یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں رازدانہ بات کی تھی۔جب آپ نے مجھے شادی کی پیشکش کی تو میں نے اس لیے خاموشی اختیار کی کہ کہیں یہ راز فشا نہ ہو جائے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے شادی نہ کرتے تو میں اس سے شادی کر لیتا۔ طبقات ابن سعد (8/82)

درس حدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوت قبول کرنے کا پھل

الشیخ محمد مالک بھنڈر (مدرس جامعہ ہذا)

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ: جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالُوا: إِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلاً، فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوا مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، فَقَالُوا: أَوِّلُوهُ مَا لَهُ يَفْقَهْهَا، قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوا: فَالدَّارُ «الْجَنَّةُ» وَالدَّاعِي «مُحَمَّدٌ» فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ)) (البخاري:٧٢٨١)

''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ فرشتے رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے اور آپ سوئے ہوئے تھے، فرشتوں نے آپس میں کہا کہ تمہارے اس صاحب حضرت محمد ﷺ کے لیے ایک مثال ہے پھر آپ کے لیے مثال بیان کردو، بعض فرشتے کہنے لگے آپ سوئے ہوئے ہیں، بعض نے کہا کہ آپ کی آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے پھر فرشتوں نے کہا مثال ان کی اس آدمی کی طرح ہے جس نے گھر بنایا اور پھر اس گھر میں دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا پھر جس نے بلانے والے کو مانا وہ گھر میں داخل ہوگا اور کھانا کھائے گا اور جس نے نہ قبول کیا بلانے والے کو وہ گھر میں داخل نہیں ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا پھر بعض فرشتوں نے کہا کہ اس مثال کا مطلب بتاؤ تا کہ آپ سمجھ لیں بعض فرشتوں نے کہا کہ آپ سوئے ہیں بعض نے کہا آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے پھر فرشتوں نے کہا اس مثال کا

مطلب یہ ہے کہ گھر سے مراد 'جنت' اور بلانے والے 'محمد ﷺ' ہیں جس نے دعوت قبول کر کے اطاعت کی محمد ﷺ کی اس نے اطاعت کی اللہ تعالی کی اور جس نے نافرمانی کی محمد ﷺ کی اس نے نافرمانی کی اللہ تعالی کی اور محمد ﷺ فرق کرنے والے ہیں لوگوں کے لیے حق و باطل کا''۔

تشریح:

حدیثِ مذکور کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک گھر یعنی جنت بنایا اور اس میں کھانے کا بندوبست کیا پھر حضرت محمد ﷺ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ لوگوں کو جنت کے کھانے کی طرف دعوت دو رسول اللہ ﷺ لوگوں کو جنت کی دعوت دیتے رہے اللہ کی طرف بلاتے رہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول کر لیا صدقِ دل سے کلمہ پڑھ لیا اور آپ کی تابعداری میں زندگی گزاری وہ اس گھر میں جنت میں داخل ہو کر اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں گے جنت کے کھانے کھائیں گے اور جو آپ کی پکار کو نہ مانیں گے وہ گھر میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اس گھر جنت کا کھانا کھائیں گے۔

فرشتوں نے یہ بھی کہا کہ نبی کریم ﷺ کے بلانے کو قبول کرنے والے آپ کے فرمانبردار اللہ تعالی کے فرمانبردار ہیں اور آپ کو بلانے کو قبول نہ کرنے والے آپ کے نافرمان اللہ تعالی کے نافرمان ہیں۔ پھر آپ کے بلانے اور پکارنے کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت کو مان کر آپ کے اقوال و افعال کو اپنایا جائے، ساری دنیا سے آپ کو زیادہ محبوب جانا جائے آپ کے اقوال کو سن کر ہر قیمت ان پر عمل کیا جائے۔

دنیا میں تمام مذاہب والوں پر آپ کی دعوتِ نبوت کو قبول کرنا فرض ہے اور نبوت کے ماننے والوں پر لازم ہے کہ وہ آپ کی کسی سنت اور حدیث کا انکار نہ کریں بلکہ قبول کر کے عمل کریں کیونکہ صاحبِ وحی و کتاب آپ ہی ہیں اور صرف آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے دین نکلتا ہے۔

سلسلہ اصلاح عقائد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کی صفات

مولانا رحمت اللہ شاکر (مدرس جامعہ ہذا)

اولاد دینا.....اولاد ایک ایسی نعمت ہے جس کی خواہش ہر انسان کے دل میں مچلتی ہے۔ انبیاء کرام بھی اس کی دعائیں کرتے اور اللہ تعالی سے اولاد مانگتے رہے۔ اللہ تعالی اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت اپنے انبیاء کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازتا رہا۔ زکریا علیہ السلام نے بڑھاپے میں مریم صدیقہ علیہا السلام کے ہاں بے موسم پھل دیکھ کر دعا کی اللہ تعالی نے یحییٰ علیہ السلام بیٹا عطا فرمایا، ابراہیم علیہ السلام نے بھی بڑھاپے میں دعا کی، اللہ تعالی نے قبول فرمائی۔ اسماعیل علیہ السلام کے بعد اسحاق علیہ السلام اور ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری سنائی۔ بیوی کو تعجب ہو رہا تھا کہ اس عمر میں اولاد ملے گی جس میں سارے ظاہری اسباب ختم ہو چکے ہیں! اسباب کے تو انسان محتاج ہیں، اللہ تو مالک الملک ہے، مسبّب الاسباب ہے، قادرِ مطلق ہے جو چاہے کرے، اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثاً وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَأَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَاناً وَإِنَاثاً وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيماً إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ (الشوری: ۴۹، ۵۰)

''زمین وآسمان کی بادشاہی اللہ تعالی ہی کے لیے ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے بیٹے عطا کرتا ہے اور جسے چاہے بیٹے اور بیٹیاں عطا کرے اور جسے چاہے کچھ بھی نہ دے (بے اولاد ہی رکھے) وہ علیم وقدیر ہے''۔

لا إله إلا الله کا اقرار کرنے والے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ الٰہ کی صفات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے تقاضے پورے کرے۔ الٰہ کی صفات کو مخلوق میں بانٹتا اور تقسیم کرتا نہ پھرے، اللہ تعالی کے بندوں سے اولاد کی التجائیں نہ کرے، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ، یہی وہ تقسیم ہے جس کی وجہ سے گمراہی پھیلتی ہے، شرک کے بازار گرم ہوتے ہیں۔ اولاد اللہ ہی دیتا ہے لیکن نسبت غیر اللہ یعنی

پیروں کی طرف یا حکیموں کی طرف کی جاتی ہے اور نام بھی ''پیراں دِتّا'' رکھ دیتے ہیں اور پیر کے نام کی لٹ چھوڑتے ہیں کہ یہ بال لمبے ہوتے رہیں اتنے بال نہیں منڈوائے جائیں گے۔ ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں دربار پر بیری کا درخت ہے لوگ جھولیاں اور کپڑے پھیلا کر بیٹھے ہیں اگر بیر گرے گا تو بیٹا ملے گا اور اگر پتہ گرا تو بیٹی ملے گی، اور کچھ پیر ایسے بھی ہیں جو بڑے اعتماد کے ساتھ پُڑیاں دیتے ہیں بیٹے والی الگ اور بیٹی والی الگ، ایک پیر صاحب جو لوگوں کو شرطیہ بیٹے اور بیٹیاں دیتے تھے، اپنی دو بیویاں تھی اور دونوں سے کوئی اولاد نہ ہوئی، کسی سے ایک لڑکی لے کر پالی، ۱۲ یا ۱۴ سال کی عمر میں وہ بھی فوت ہوگئی اس کے باوجود لوگ ان کے متعلق یہ یقین رکھتے تھے کہ واقعی بیٹے مل جاتے ہیں۔

موت وحیات کا اختیار:..... اللہ کی صفات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ موت اور زندگی اس کے اختیار میں ہے۔ بلکہ موت اور زندگی دونوں اس کی مخلوق ہیں، اس کی دلیل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانِ گرامی ہے:

﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾

''اللہ تعالیٰ وہ بابرکت ذات ہے جس کے اختیار میں ساری (کائنات کی) بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو موت وحیات کا خالق ہے، تاکہ وہ لوگوں کو آزمائے کون نیک عمل کرتا ہے''؟ (الملك: ۱، ۲)

موت اور زندگی کا مکمل اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، پیدا کرنا اور مارنا اسی کا کام ہے۔ اس میں کسی کو ذرہ برابر بھی اختیار نہیں۔ ا إلا إلا الله کو ماننے اور پڑھنے والوں کے عقیدے میں اس بات کا مکمل طور پر داخل وشامل ہونا ضروری ہے، وگرنہ الٰہ کو ماننے کا حق ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''انہوں (کافروں) نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ الٰہ بنا رکھے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں اور اپنے نفع ونقصان کے بھی مالک نہیں، اور نہ ہی موت وحیات اور دوبارہ زندہ ہونے کا اختیار رکھتے ہیں''۔ (الفرقان: ۳)

موت ہر انسان بلکہ ہر ذی روح کو آنی ہے، مرنا چاہے تب بھی اور اگر نہ مرنا چاہے تب بھی موت آ کر ہی رہے گی۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾

''تم جہاں بھی ہو، موت آ کر رہے گی اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہو''۔ (النساء: ۷۸)

اسی طرح کوئی کسی کو وقت سے پہلے مار نہیں سکتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمانِ گرامی ہے:

''ہر امت (گروہ) کے لیے ایک وقت مقرر ہے ایک سیکنڈ مؤخر نہیں ہو سکتے اور نہ ہی پہلے فوت ہو سکتے ہیں''۔ (الأعراف: ۳٤)

اسی طرح زندہ ہونا، یعنی پیدا ہونا، دنیا میں آنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے، یہ اللہ تعالی کی قدرت کاملہ پر منحصر ہے جسے اللہ پیدا کرنا چاہے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے نہ پیدا کرنا چاہے کوئی دنیا میں لا نہیں سکتا۔ یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ فوت ہونے پر تو اکثر لوگ آخر کار یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ کا حکم ایسے ہی تھا لیکن پیدا ہونے پر نسبت دوسروں کی طرف کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور نہ ہی سوچتے ہیں۔

نفع ونقصان کا مالک ہونا:..... الٰہ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ نفع ونقصان کا مکمل اختیار اللہ تعالی کے پاس ہے۔ جس کا فائدہ کرے کوئی پوچھنے والا نہیں اور جس کا نقصان کرے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ وہ واحد الاحد الصمد ہے۔ فعال لما یرید ہے۔ یہ اس کا ذاتی وصف ہے۔ بلکہ تمام اوصاف ہی اس کے ذاتی ہیں۔ ایک ہی تو کائنات میں ہستی ہے جس کا سب کچھ ذاتی ہے۔ وہ بے نیاز ہے باقی محتاج ونیاز مند ہیں۔

لا إلـه إلا الـله کا اقرار کرنے والے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ الٰہ کی اس صفت کو مخلوق میں نہ مانے اور نہ ہی تقسیم کرتا پھرے۔ لا إلـه کا تقاضا یہی ہے کہ اس صفت کو خدائے وحدہ لا شریک کے ساتھ خاص رکھے۔ انبیاء ورسل، صلحاء وبزرگان دین کی عزت وتوقیر کرے لیکن اللہ تعالی کا شریک وساجھی نہ بنائے جیسا کہ اسلام سے پہلے لوگوں کے نظریات تھے، بت، پتھر، درخت، جن وغیرہ نفع ونقصان کے مالک ہیں ان سے ڈرتے، سجدے کرتے، ان کے نام کی نذر ونیاز کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے ان تمام غلط عقائد کی تردید فرمائی اور اکیلے اللہ کی طرف دعوت دی۔ اللہ تعالی نے نبی کریم رؤوف الرحیم ﷺ سے اعلان کروایا:

''اے محمد ﷺ! فرمادیں کہ تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نقصان اور نفع کے مالک نہیں ہیں، حالانکہ اللہ تعالی سمیع وبصیر ہے''۔ (المائدۃ: ٧٦)

نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے متعلق بھی وضاحت فرمادی بلکہ آپ ﷺ سے یہ بھی اعلان کروایا کہ:

''میں اپنے (ذاتی) نفع ونقصان کا مالک بھی نہیں ہوں۔ (الأعراف: ١٨٨)

آج کے دور میں بھی بہت سے کلمہ گو نیک لوگوں، بزرگوں اور اپنی طرف سے بنائے ہوئے اولیاء اللہ (زندہ ہوں یا مردہ، کپڑے پہنتے ہوں یا نہ پہنتے ہوں، نماز، روزہ سے بالکل عاری ہوں وغیرہ) کے متعلق نظریہ بنائے بیٹھے ہیں کہ یہ ہماری روزی اور نفع ونقصان کے مالک ہیں۔ اسی وجہ سے تو آستانے، دربار اور خانقاہیں آباد ہیں۔ عرس لگتے ہیں لوگ لمبے لمبے سفر کر کے گاڑیوں میں بیٹھ کر قافلوں کی شکل میں وہاں جاتے ہیں اور اپنے بچاؤ کے راستے تلاش کرنے کے لیے اپنی سمجھ اور پیروں کی تربیت کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جب تک کلمہ گو مسلم الٰہ کی صفات کو الٰہ کے ساتھ خاص سمجھتے رہے کوئی خانقاہ، کوئی دربار نہیں تھا بلکہ کوئی پکی اور اونچی قبر نظر نہیں آئی تھی۔ آج بھی ایسا ہوسکتا ہے۔

عزت وذلت کا اختیار:..... الٰہ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ عزت وذلت کا اختیار رکھتا ہو، کائنات میں صرف ایک ہی ہستی ہے جس کے پاس یہ اختیار ہے اور وہ اللہ رب العالمین کی ذاتِ گرامی ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

''اے محمد ﷺ! فرمادیں، اللہ! تو ہی مالک الملک ہے، جسے چاہے بادشاہی عطا کرے اور جس سے چاہے چھین لے، جسے چاہے عزت سے نوازے اور جسے چاہے ذلیل کردے، ساری بھلائی تیرے پاس ہے، تو ہر چیز پر قادر ہے''۔ (آل عمران: ٢٦)

لا إلـه إلا الله کا اقرار کرنے والے کے لیے لا إله اس وقت تک مفید اور نجات کا سبب نہیں بن سکتا جب وہ الٰہ کی اس صفت کو اللہ تعالی کے ساتھ خاص نہیں رکھتا۔ یہی وہ درس اور سبق ہے جسے

سکھانے، یاد کرانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے انبیاء ورسل مبعوث ہوئے، ان کی مخالفت کی گئی، ان کے خلاف اعلانِ جنگ ہوا، ان کو زخمی کیا گیا حتی کہ ان کو قتل کیا گیا، ان کے گلے میں کپڑے ڈالے گئے، ان کے ماننے والوں کو مارا اور زخمی کیا گیا، آنکھیں نکالی گئیں لیکن وہ اپنے مشن پر ڈٹے رہے، خوشخبری کے طور پر اللہ تعالی نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، انبیاء اور ان کے ماننے والوں کو دنیا وآخرت کی عزتوں سے نوازا، ان کا نام بھی باقی رکھا اور ان کے مخالفین معاندین کو نیست ونابود کیا اور ان کا نام تک مٹا کے رکھ دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے　　یہ زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

اللہ تعالی کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّهِ جَمِيعاً﴾ (النساء: ١٣٩)

''کیا وہ (لوگ) کافروں کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں؟ ساری کی ساری عزت کا مالک تو اللہ تعالی ہے''۔

اللہ تعالی نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں:

''اے محمد ﷺ! ان (کافروں) کی باتیں آپ کو پریشان نہ کریں، ساری کی ساری عزت اللہ تعالی کے اختیار میں ہے وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے''۔ (یونس:٦٥)

نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو قنوتِ وتر کے لیے ایک دعا سکھائی جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

((إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ)) (صحيح، أبو داؤد: ١٤٢٥)

''اللہ! فیصلہ تیرا ہی چلتا ہے تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، جس کا تو وارث بن جائے وہ (کبھی) ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس کی تیرے ساتھ دشمنی ہو وہ (کبھی) عزت نہیں پا سکتا''۔

عزت وذلت کا مختار اللہ تعالی کو سمجھنے والا ہی موحّد ہے اس کی زندگی میں پُر سکون گزر سکتی ہے اور معاشرے کا بگاڑ اور اجارہ داری بھی اسی توحید اسماء وصفات کی وجہ سے ختم ہو سکتی ہے۔

فقہ وفتاویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احکام ومسائل

الشیخ عبدالوحید ساجد (شیخ الحدیث مدرس جامعہ ہذا)

سوال.....کیا اذان میں «الصلوة خير من النوم» کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ہیں؟ (جیسا کہ شیعہ حضرات کہتے ہیں) یا یہ نبی ﷺ کے دور سے ہیں؟ برائے مہربانی تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔ (محمد عبداللہ، حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ)

جواب: یہ الفاظ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو صبح کی اذان میں کہنے کا حکم دیا تھا، جیسا کہ ابوداؤد میں ہے کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! عَلِّمْنِي سُنَّةَ الْأَذَانِ، قَالَ: فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِي، قَالَ تَقُوْلُ: أَللّٰهُ أَكْبَرُ أَللّٰهُ أَكْبَرُ . . . . . فَإِنْ كَانَ صَلَاةَ الصُّبْحِ قُلْتُ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ))

''میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے مسنون اذان سکھا دیں، تو آپ ﷺ نے میرے سر کے اگلے حصے کو ہاتھ لگایا اور فرمایا: کہو اللہ اکبر اللہ اکبر..... پھر اگر صبح کی نماز (کے لیے اذان) ہو تو تم کہو ''الصلاة خير من النوم، الصلاة خير من النوم''۔ (أبو داؤد: ٥٠٠، ٥٠١)

صحیح ابن خزیمہ میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((مِنَ السُّنَّةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ))

'': سنت میں سے یہ ہے کہ جب مؤذن فجر کی اذان میں ''حي على الفلاح'' کہہ لے تو ''الصلوة خير من النوم'' کہے''۔ (صحيح ابن خزيمه: ٣٨٦)

اصول حدیث میں یہ بات واضح ہے کہ جب صحابی کسی امر کہ بارے میں یہ کہے کہ یہ سنت ہے تو اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی سنت ہی ہوتی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَأَصْحَابُ النَّبِي لَا يَقُوْلُوْنَ السُّنَّةَ إِلَّا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ)) (كتاب الأم)

''نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لفظِ سنت صرف سنتِ رسول اللہ ﷺ پر ہی بولتے تھے''۔

عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ان الفاظ کو اذان میں شامل کرنے والی بات بے بنیاد ہونے کے ساتھ ساتھ روافض کا پراپیگنڈہ بھی ہے جس سے متاثر ہو کر کئی مؤرخین بھی اسے اولیات عمر میں شمار کرتے ہیں۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے، جس روایت سے یہ اخذ کیا جاتا ہے وہ صحیح وثابت نہیں بلکہ معضل اور مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال.....: اگر نماز جنازہ میں امام دو تکبیروں کے بعد بھول کر سلام پھیر دے تو اس کا حل کیا ہے ؟ کتاب وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ (محمد سعید)

جواب..... جو تکبیریں رہ گئی ہیں انہیں پورا کر لے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا)) ''جو تم پالو وہ پڑھ لو اور جو تم سے رہ جائے وہ پورا کر لو'' (بخاري ومسلم) نیز حضرت حمید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((صَلَّى بِنَا أَنَسٌ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ)) (بخاري معلقا)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز جنازہ پڑھائی تو تین تکبیریں کہیں اور سلام پھیر دیا، ان سے اس کے متعلق کہا گیا تو وہ قبلہ رخ ہوئے اور چوتھی تکبیر کہی پھر سلام پھیرا''

ابن حبیب فرماتے ہیں: ''اگر کچھ تکبیریں لاعلمی یا بھول کر ترک ہو جائیں تو انہیں مکمل کیا جائے'' (عيني)

سوال.....نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے کا اصل طریقہ کیا ہے؟ احادیث کی رو سے رہنمائی فرمائیں۔! (محمد یحییٰ)

جواب.....سنت طریقہ یہ ہے کہ دونوں نمازی اپنے پاؤں کی جہت قبلہ رخ کرتے ہوئے اس طرح ملائیں کے قدم ٹخنے سمیت ملے ہوئے ہوں، اگر کسی ایک جانب سے کوتاہی ہو تو قدم (پاؤں کا اگلا حصہ) ملا ہونا چاہیے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف چہرہ کر کے فرمایا:

''لوگو! اپنی صفیں درست کرو، یہ تین مرتبہ کہا، پھر فرمایا، اللہ کی قسم! تم ضرور اپنی صفیں سیدھی کرو، یا پھر اللہ تعالی تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دیگا''۔ پھر تو حالت یہ ہوگئی کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنہ اور ٹخنے سے ٹخنہ چپکا دیتا۔''

(أبو داؤد:٦٦٢)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صفوں کو سیدھا کیا کرو کیونکہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص (صفوں میں) اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور اپنا قدم دوسرے کے قدم سے ملا دیتا تھا۔'' (بخاري: ٧٢٥)

سوال.....اگر نابالغ بچہ فوت ہوجائے اس کا جنازہ ادا کیا جائے گا یا نہیں براہ مہربانی قرآن وحدیث کی رشنی میں وضاحت فرمائیں۔؟

جواب.....نابالغ بچہ فوت ہوجائے تو اس کی نمازِ جنازہ فرض نہیں۔ ہاں اگر اس کی نماز جنازہ پڑھ لی جائے تو اجر وثواب ہوگا اور بہتر بھی یہی ہے۔ اگر بغیر نماز جنازہ پڑھے دفن کر دیا جائے تو آدمی گناہ گار نہیں ہوگا۔ جامع ترمذی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:((وَالطِّفْلُ يُصَلَّى عَلَيْهِ)) (ترمذی: ١٠٣١) ''کہ بچے کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی''۔ نیز ابوداؤد میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:((مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابنُ النَّبِي وَهُوَ ابنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ)) ''کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، وفات کے وقت اس کی عمر اٹھارہ ماہ تھی'' (ابو داؤد: ٣١٨٧) اگر بچہ ناتمام یا مردہ پیدا ہونے پر بھی نمازِ جنازہ پڑھی جائے تو ثواب ہوگا، ابوداؤد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((وَالسِّقْطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَيُدْعٰى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ))

''اور ناتمام (فوت شدہ) بچے کا جنازہ پڑھا جائے اور اسکے والدین کے لیے رحمت ومغفرت کی دعا کی جائے''۔ (ابو داؤد: ٣١٨٠)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

عصر حاضر کے جدید مسائل کا حل

سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر عبدالرؤف ظفر چیئرمین شعبہ اسلامیات سرگودھا یونیورسٹی

آج کا انسان بے شمار مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ یہ مسائل معاشی، سیاسی اور اخلاقی بھی ہیں۔ کہیں انفرادی مسائل ہیں تو کہیں اجتماعی، قومی بھی اور بین الاقوامی بھی۔ آخر ان مسائل کا کوئی حل بھی ہے؟ یقیناً عصرِ جدید کے ان تمام مسائل کا حل سیرتِ طیبہ میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ مقدسہ ایک مکمل دستورِ حیات ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الأحزاب:۱۲)

''تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے''۔

اس دستورِ حیات میں عصرِ حاضر کے طور اطوار کی اصلاح موجود ہے۔ آج کے اس ترقی یافتہ دور کا انسان ستاروں پر کمند اور چاند پر اپنا قدم جمانے کے باوجود گوناگوں مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ معاشی اور معاشرتی مسائل میں: بڑھتی ہوئی آبادی، غربت، ناخواندگی و جہالت، بیروزگاری، بیماری، مہنگائی، معاشی بدحالی اور معاشی ناہمواریاں قابل ذکر ہیں۔ طبقاتی کشمکش، نسلی امتیاز، آزادی نسواں کا مسئلہ، عائلی نظام میں شکست وریخت کا عمل، منشیات کا استعمال، شراب نوشی، لاقانونیت، ناجائز ذرائع سے دولت کمانے کا جنون، مذہب سے دوری ومعاشرتی بے راہ روی، الحاد ودہریت، معاشرتی بدحالی وبدامنی، بین الاقوامی بدنظمی، بے حیائی اور مغرب کی اندھی تقلید قابلِ توجہ مسائل ہیں۔ جن میں سے چند مسائل کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔

(۱) آبادی میں اضافہ:..... جدید دور کا سب سے اہم مسئلہ بڑھتی ہوئی آبادی ہے جو پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کی سماجی، اقتصادی اور عوامی فلاح وبہبود میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ تیسری دنیا میں اب اس اضافہ کی شرح تین فیصد سالانہ ہے۔ جس کی وجہ سے ہر سال تقریباً ۷۵ ملین افراد کا

اضافہ ہورہا ہے۔ روزگار اور بہتر معیارِ زندگی کے لیے شہروں کی طرف نقل مکانی کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ۲۰۳۰ء تک شہری اور دیہی آبادی میں تناسب بالکل بدل جائے گا۔ سیرتِ طیبہ میں جب ہم آبادی کے مسئلہ کا حل دیکھتے ہیں تو یہ سبق ملتا ہے کہ اولاد کو اس اندیشہ سے قتل نہ کیا جائے کہ وہ رزق میں حصہ دار بن جائیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْءاً كَبِيراً﴾ (الإسراء: ۳۱)

''اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ان کو بھی اور آپ کو بھی رزق دیتے ہیں۔ ان کا قتل بہت کبیرہ گناہ ہے''۔

اسلام آبادی میں اضافہ کا حقیقی حل اضافہ پیداوار کی شکل میں تجویز کرتا ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ﴾ (الأعراف:۱۰)

''ہم نے تم کو زمین میں قدرت دی اور اس میں تمہارے وسائلِ معیشت بنائے''۔

مخلوق انسانی رحمت ہے اگر انہیں صحیح سمت لگایا جائے تو آبادی کا اضافہ کوئی مسئلہ نہیں بلکہ "Man Power" کے طور پر انسانی ترقی کے لیے نفع بخش ہوسکتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں زمین ہی انسان کا مسکن ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِيْنٍ﴾ (البقرة: ۳۶)

''آپ کے لیے زمین میں ٹھہرنا ہے اور کچھ وقت کے لیے فائدہ اٹھانا ہے''۔

اور رزق مہیا کرنا اللہ کے ذمے ہے۔

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (الزخرف:۳۲)

''ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو تقسیم کردیا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ سِوَا هٰذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَسْكُنُهُ، وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ، وجِلَف خُبْزٍ، والماء)) (السنن للترمذي:۲۲۷۵)

''انسان کے لیے ان چیزوں کے علاوہ کوئی حق نہیں ہے: گھر جس میں وہ رہتا ہے، کپڑا جس سے اپنا بدن چھپاتا ہے، روٹی کے چند ٹکڑے اور پانی۔''

قال الترمذي: حديث حسن صحيح وصححه الحاكم ووافقه الذهبي وأقرهما المناوي. وقال: الألباني في السلسلة الضعيفه والموضوعة: ١٧٥/٣ «منكر».

ان آیات وحدیث کے حوالے سے انسانی آبادی میں اضافہ اس وقت باعث تشویش ہوگا جب لوگ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے تقدیر کے منتظر ہوں گے وگرنہ وسائل بہت زیادہ موجود ہیں۔

(۲) ناخواندگی اور جہالت..... جہالت کا خاتمہ اور تعلیم کا فروغ عصرِ حاضر کی ایک اہم ضرورت ہے کیونکہ عالمِ اسلام سائنسی میدان اور تعلیم کی دنیا میں اقوام عالم سے بہت پیچھے ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ہم علم کی روشنی میں ناخواندگی کو کیسے تبدیل کریں؟ تاکہ ہم بھی مغربی اقوام کی طرح ترقی کی منازل طے کرسکیں۔ پہلی وحی کے الفاظ سے ہی علم کی اہمیت کا پتا چلتا ہے پھر سورۃ قلم میں اللہ تعالی نے قلم اور لکھنے کی قسم کھائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فروغِ تعلیم کے متعلق ارشاد فرمایا:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِم)) (ابن ماجة: ٢٢٤)

''طلبِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے''۔

نبی اکرم ﷺ کا طلبِ علم کا انداز قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

﴿قُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْماً﴾ (طه: ١١٤) ''کہہ دیجیے، اے میرے رب! مجھے زیادہ علم عنایت فرما''۔

اہلِ علم کو اللہ کے ہاں زیادہ عزت دے کر اہلِ علم کی برتری کا اظہار قرآن میں اس طرح ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُون﴾ (الزمر: ٩)

''کہہ دیجیے، کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں۔''

علم سے ہی اللہ کے قانون اور ضابطے کی صحیح پہچان ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء﴾ (فاطر: ٢٨)

''اللہ سے اس کے بندے علماء ہی ڈرتے ہیں''۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) (الخاري: ٥٠٢٧)

''آپ میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا)) (ابن ماجة: ٢٢٩) ''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا''۔

اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں، دارِ ارقم اور شعبِ ابی طالب میں بھی یہ سلسلہ قائم رکھا۔ مکہ سے عقبہ ثانیہ کے بعد حضرت مصعب بن عمیر کو معلم بنا کر روانہ فرمایا کہ وہ قرآن مجید کی تعلیم دیں۔ مدینہ میں مسجدِ نبوی کے اندر صفہ کی درسگاہ تھی۔

(۳) جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام.....عصرِ جدید کا ایک اہم مسئلہ جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ یہ طبقہ سیاست اور ملکی وسائل پر قابض ہے۔ غریب محنت کش اور مزدور پیٹ بھر کر روٹی کے لیے بھی محتاج ہے۔ اس سرمایہ دارانہ نظام اور جاگیردارانہ نظام نے تمام دنیا کو شکنجے میں قابو کر رکھا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جس فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی اس میں سرمایہ داری کی کوئی گنجائش نہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ (التوبة: ١٠٣) ''ان کے اموال سے زکات لیں''۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو حکم ہے کہ امراء سے جبراً زکات وصول کریں۔

رسول اکرم ﷺ نے کسبِ حلال کا حکم دیا۔ سود کی ممانعت فرمائی۔ جوئے اور سٹے کو حرام قرار دیا۔ ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی، ناجائز منافع خوری کو حرام قرار دیا۔ رزقِ حلال کمانے کی ترغیب قرآن نے یوں دی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ (البقرة: ١٦٨)

''اے لوگو! زمین میں جو حلال و پاکیزہ ہے اسی سے کھاؤ اور شیطان کے نشانات کے پیچھے نہ

چلو وہ تمہارا واضح دشمن ہے''۔

اور وہ تمام راستے اسلام نے بند کر دیے ہیں جو ناجائز ذرائع آمدن ہیں، ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (آل عمران: ۱۳۰)

''اے ایمان والو! کئی گنا کر کے سود نہ کھاؤ، اللہ سے ڈرو، تا کہ تم فلاح پا جاؤ''۔

(۴) غربت..... عصرِ جدید کا ایک سنگین مسئلہ غربت بھی ہے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک نے تجارتی اور اقتصادی میدان میں اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے، جس کی وجہ سے پسماندہ ممالک اقتصادی طور پر کمزور ہو گئے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک نہ تو پسماندہ ممالک کی اشیاء خریدتے ہیں اور نہ دلی طور پر ان کی معاشی ترقی چاہتے ہیں۔ اقتصادی و سودی نظام کی پابندیوں سے ان کی معاشی حالت مزید خراب ہوتی جا رہی ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک آپس میں ہی تجارت کو فروغ دیتے ہیں۔ سیرت نبوی ﷺ نے ایک فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی۔ زکات صدقات کے نظام کے ذریعے سے غربت کا خاتمہ کیا گیا اور معاشی طور پر ایک دوسرے کی مدد کو رواداری اور اخوت کا نام دیا۔ اللہ نے امراء سے زکات وصول کرنے کا نبی ﷺ کو حکم دیا:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ (التوبۃ: ۱۰۳) ''ان کے اموال سے زکات لیں''۔

سود کو اللہ نے اپنے اور رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ قرار دیا ہے کیونکہ غربت کی ایک وجہ سودی لین دین بھی ہے، اسی لیے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (البقرۃ:۲۷۹، ۲۷۸)

''اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو، لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا ، أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ)) (ابن ماجة: ٢٢٧٤)

''سود کی ۷۰ سے زائد اقسام ہیں؛ کم ترین یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے نکاح کرے''

رسول اللہ ﷺ نے جب سود کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا تو ساتھ ہی فرمادیا:

''میں سب سے پہلے اپنے چچا 'عباس' کا سود معاف کرتا ہوں''۔ (خطبة حجة الوداع: ٩٧

حضور ﷺ نے فرمایا:

((اِقْسِمِ الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ)) (أبو داؤد: ٢٨٩٨)

''اہلِ فرائض میں کتاب اللہ کے مطابق مال تقسیم کرو''۔

اسلامی معاشرے میں گردشِ دولت کو ہی معاشرتی زندگی قرار دیا ہے۔

﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ﴾ (الحشر: ٧)

''تمہاری دولت صرف غنی لوگوں میں ہی گردش نہ کرتی رہے''۔

اسی طرح اہلِ ایمان کی نشانی بتائی کہ وہ اپنی ضرورت پر بھی ترجیح دیتے ہیں:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (الحشر: ٩)

''وہ اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود ضرورت ہو۔ جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچ گیا تو یہی لوگ کامیاب ہیں''۔

﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ﴾

''وہ ذات جس نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی۔ وہ لوگ جو فضیلت دیے گئے کہ وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو نہیں دیتے کہ وہ برابر ہو جائیں گے۔ کیا وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں؟'' (النحل: ٧١)

(۵) آزادیِ نسواں.....موجودہ تہذیب کا ایک نعرہ عورت کی آزادی، مساوات اور ترقی کا ہے۔اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کے ان پہلوؤں کو نظر انداز کر کے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور مغرب میں مساواتِ مرد وزن اور ترقی نسواں کے فریب میں عورت کو گرفتار کر کے اسے زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے برابر بلکہ ان سے بھی آگے نکال دیا ہے اب وہ صرف نائٹ کلبوں کی زینت ہی نہیں بلکہ مردوں کی ہوس کا سامان بننے کے لیے پرسنل سیکرٹری، ٹائپسٹ کے قدرے شائستہ روپ سے بڑھ کر ائیر ہوسٹس اور فوٹو گرافر تک نظر آتی ہیں۔اشتہار بازی کے لیے بھی عورت کو استعمال کیا جاتا ہے۔اس سے معاشرے میں سکون کی بجائے ذہنی پریشانی اور نفرت کا دور دورہ ہے۔حالانکہ اسلام نے بحیثیت انسان مرد وعورت کو برابر قرار دیا ہے۔عقائد کے لحاظ سے بھی دونوں میں مساوات ہے نیکی اور بدی کے بدلے کے لحاظ سے دونوں یکساں ہیں۔جرائم کی سزا کے لحاظ سے بھی دونوں میں مساوات ہے۔ملکیت رکھنے کے لحاظ سے بھی ہر ایک کو اپنی ملکیت میں تصرف کی اجازت ہے۔اسلام مرد وعورت میں فطری صلاحیتوں اور جسمانی ساخت کی وجہ سے ذمہ داریوں کے لحاظ سے فرق سمجھتا ہے۔گھر کے باہر کے تمام کام مرد کے ذمہ ہیں۔نسل کی پرورش عورت کی ذمہ داری ہے گھر کے اندرونی معاملات کی عورت ذمہ دار ہے جہاں تک عورت کی آزادی کا تعلق ہے تو پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں بھی عورت کو اپنی بات کہنے کی آزادی تھی چنانچہ قرآن کریم نے حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے واقعہ کو واضح طور پر بیان کیا۔

(نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں (ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور): ۱۲۰، ۱۲۱)

ارشادِ ربانی ہے:

﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ (المجادلة:۱)

''اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملے میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے، اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا

ہے''۔

حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اسماء حاضرِ خدمت ہوئیں اور مندرجہ ذیل تقریر کی:

''رسولِ خدا ﷺ پر میرے ماں باپ قربان! میں مسلمان عورتوں کی طرف سے یہ پیغام لے کر آئی ہوں کہ اللہ نے آپ ﷺ کو مرد و زن کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ ہم سب آپ ﷺ کے متبع ہیں اور آپ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں مگر ہم میں اور مردوں میں بڑا فرق ہے۔ ہم گھروں میں محصور ہیں، ہم آپ لوگوں کی اولاد کو پالتی ہیں اور تم لوگ مرد ہو، نمازِ جمعہ اور نمازِ جنازہ میں شرکت کرتے ہو۔ حج کرتے ہو اور سب سے زیادہ یہ کہ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہو۔ ہم ان تمام معاملات میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں ہیں۔ تمہارے مال کی حفاظت کرتے ہیں، لباس کے لیے چرخہ کاتتے ہیں تو کیا ہم اجر و ثواب میں تمہارے ساتھ شریک نہ ہوں گے؟

ان کی تقریر سن کر حضور ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''کیا تم لوگوں نے مذہب کے بارے میں کبھی کسی عورت سے ایسی گفتگو سنی؟'' صحابہ نے عرض کیا کہ ہمیں تو کبھی اس بات کا خیال تک نہ آیا کہ کوئی عورت ایسا سوال کر سکتی ہے! حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی رضامندی، فرمانبرداری اور موافقت کرتی ہے اور زوجیت کے فرائض ادا کرتی ہے تو اسے بھی مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔''

(پروفیسر عاصمہ فرحت، سیرتِ نبوی میں عورت کا کردار (اسلامک پبلیکیشنز، لاہور ۱۹۹۶) ۱۰۵، ۱۰۶)

(۶) مذہبی تعصب، بدامنی اور بین الاقوامی بدنظمی..... بعثت نبوی ﷺ کے وقت امنِ عالم کی حالت ناگفتہ بہ تھی اس وقت کی دو متمدن سلطنتیں، روم اور فارس، آپس میں برسرِ پیکار تھیں۔ بڑی طاقتوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے پورا عالمی امن تباہ تھا۔ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز تھی۔ معاشرہ میں طبقاتی کشمکش تھی۔ مختلف مذاہب کے پیروکار مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی کے رجحانات رکھتے تھے۔ ہر طرف پریشانی کا عالم تھا۔ قرآن مجید نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: ٤١)

''خشکی وتری میں فساد لوگوں کے (برے) اعمال کی وجہ سے ہے۔''

چنانچہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ارشاد فرمایا:

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی، اللہ اس کے ذریعے ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا اور اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے''۔ (المائدۃ: ١٦، ١٥)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے ذریعے مذہبی تعصب کو ختم کرنے کے لیے توحید کی دعوت دی جو کہ تمام انبیاء کی مشترکہ دعوت تھی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: ٦٤)

''اے الہامی کتاب کو ماننے والو! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم خدا کو چھوڑ کر اپنے ہی میں سے کسی کو رب نہ بنالیں۔ اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو اسا پر سر تسلیم خم کر چکے''۔

اسی طرح پیغمبر ﷺ نے دیگر تمام معاملات جن کے اندر اختلاف اور برتری کا جذبہ تھا اس کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی، چنانچہ یہ ارشاد ہوا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ١٣)

''اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد، ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں محض اس لیے بانٹا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو ورنہ خدا کے نزدیک تم میں سب سے معزز تو وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور خدا ترس ہو''۔

(۷) دہشت گردی.....قبل از اسلام عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ بات بات پر جھگڑنا ان کا قومی شعار بن چکا تھا۔ پھر قبائلی رقابت اور نسلی تفاخر ان جھگڑوں کو مستقل جنگوں کی شکل میں تبدیل کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ان میں ثار کا عقیدہ راسخ ہو چکا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ جب تک مقتول کے خون کا بدلہ نہ لیا جاتا تو اس کی روح پرندے کی شکل اختیار کر کے مسلسل چیخ و پکار کرتی رہتی ہے کہ 'میں پیاسی ہوں' اور یہ پیاس صرف قاتل یا اس کے قبیلے کے کسی فرد کا خون بہانے سے ہی بجھ سکتی ہے۔ اس عقیدے کے تحت اگر قبائل میں جنگ چھڑ جاتی تو بعض اوقات صدیوں تک جاری رہتی تھی۔ دنیا سے فتنہ و فساد ختم کر کے اللہ کا دین قائم کرنے کی ذمہ داری ہی حقیقتاً وہ مقصد تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو دنیا ظلم سے بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے اس عالمی دہشت گردی کو بڑے منظم انداز میں کنٹرول کیا۔ بسا اوقات ایسے اقدامات اٹھائے جس میں بظاہر تو اپنا نقصان معلوم ہوتا تھا لیکن اس کے نتائج بڑے اچھے انداز میں ظاہر ہوئے۔

(مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، رسول اکرم بحیثیت سپہ سالار (مکتبہ دارالسلام وسن پورہ لاہور) ۴۱ تا ۴۴)

(۸) شراب نوشی:.....شراب کا عرب میں اس قدر رواج تھا کہ ہر مرد اس میں مبتلا رہتا تھا اور بچے اور عورتیں شراب پلانے پر مامور ہوتے، شراب خانے ممتاز مقامات پر سارا وقت کھلے رہتے اور نشان کے لیے وہاں جھنڈے اڑتے رہتے تھے۔ شراب کی حرمت جس تدریج سے نازل ہوئی اسی سے اندازہ ہوگا کہ تمام ملک کس قدر اس میں مبتلا تھا اور جب تک کنایہ اور اشارہ سے گذر کر صاف صاف ممانعت نہیں کر دی گئی لوگ سمجھ ہی نہ سکے۔ سورۃ بقرۃ میں ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ (البقرة: ۲۱۹)

''وہ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، کہیے کہ ان دونوں کاموں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں''۔

ایک دفعہ صحابی نماز میں امامت کرتے ہوئے الفاظ غلط پڑھ گئے تو سورۃ نساء میں نشے کی حالت میں نماز کی ممانعت کی گئی ہے:

﴿ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى ﴾ (النساء: ٤٣)

''نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ آؤ''

اس بناء پر اذان کے ساتھ ساتھ منادی کردی جاتی کہ شراب کی حالت میں کوئی نماز میں شرکت نہ کرے پھر بھی لوگوں نے شراب پینے سے ہاتھ نہ کھینچا اور نماز کے بعد شراب پیتے رہے پھر یہ ہوا کہ چند انصار اور مہاجروں میں شراب کی حالت میں معمولی سی جھڑپ سے سخت لڑائی شروع ہوگئی اس کے بعد سورۃ مائدۃ میں شراب نوشی حرام کردی گئی:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (المائدة: ٩٠)

''اے ایمان والو! یہ شراب، جوا، آستانے اور پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاسکو''۔

فوراً لوگوں نے اپنے پیالے اور شراب کے برتن توڑ ڈالے اور شراب مدینہ کی گلیوں میں پانی کی طرح بہادی گئی اور یوں امت نے شراب کو خیر باد کہا۔

(عبدالمجید، آخری نبی ﷺ اور ان کی تعلیمات (فضل سنز اردو بازار کراچی): ۴۲۳)

تاریخِ عالم کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شراب نے ہمیشہ ہی انسانیت کو نقصان پہنچایا۔ رسول اللہ ﷺ نے دورِ جاہلیت میں بھی اس 'ام الخبائث' کو کبھی ہاتھ نہ لگایا، اب بھی رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق اس سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔

(۹) کفر والحاد:.....عربِ جاہلیت کی معاشرتی وسیاسی روایات سے متعلق اسلام نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا اس رجحان ورویہ کا اندازہ لگانے کے لیے احادیثِ طیبہ بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کی احادیثِ طیبہ کا بغور جائزہ لیں تو دونوں طرح کا طرزِ عمل سامنے آتا ہے یعنی

بعض چیزوں کو بالکل مسترد کر دیا گیا اور اس معاشرے میں جو خیر کے پہلو تھے ان کو قبول کرنے میں کوئی تعامل نہیں کیا بلکہ وہ اشخاص جو زمانہ جاہلیت میں عزت واحترام رکھتے تھے، اسلام لائے اور آنحضرت ﷺ نے انہیں اسی قدر ومنزلت سے سرفراز فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا)) (البخاري: ١٤٢/٨)

''لوگوں میں جاہلیت میں جو بہتر تھے اسلام میں بھی بہتر ہیں، اگر دین کی سمجھ حاصل کریں''۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

((يُعْمَلُ فِي الْإِسْلَامِ بِفَضَائِلِ الْجَاهِلِيَّةِ)) (مسند أحمد: ٤٢٥/٣)

''دورِ جاہلیت میں جو اخلاقی فضائل موجود تھے دورِ اسلام میں بھی ان پر عمل جاری رہے گا''۔

جو چیزیں بُری تھیں ان کو آپ ﷺ نے ختم فرما دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ:

''(زمانہ) جاہلیت میں نکاح چار قسم کا ہوتا تھا لیکن جب محمد ﷺ حق کے ساتھ بھیجے گئے تو انہوں نے آج کل کے نکاح کے علاوہ جاہلیت کے زمانے کے تمام نکاحوں کو ختم کر دیا''۔

(محمد بن اسماعیل، بخاری، الجامع الصحیح:١/٨، (مطبوعہ دھلی ١٩٣٨ء)

اسلام کے مخاطبین صرف عرب لوگ نہ تھے بلکہ وہ تمام نسلِ انسانی کو مخاطب کرتا ہے۔ وہ جغرافیائی حدود سے بالاتر ہے۔ اسی طرح پیغمبرِ اسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ (الأنبياء: ١٠٧)

ان تمام حقائق نے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کا مطالعہ اور اس پر عمل انفرادی اور اجتماعی زندگی کی اصلاح کا باعث ہے اور دنیا کے تمام مسائل کا حل ہے۔

(بالاختصار: از مقالات سیرت 2000ء)

کرسمس
ایک تقابل، ایک تجزیہ

حسنین شاکر زبیری

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلاَ تَتَّبِعُواْ أَهْوَاء قَوْمٍ قَدْ ضَلُّواْ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّواْ كَثِيراً وَضَلُّواْ عَن سَوَاء السَّبِيلِ﴾

کہو کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین (کی بات) میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش کے پیچھے نہ چلو جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی اکثر گمراہ کر گئے اور سیدھے رستے سے بھٹک گئے۔ (سورہ مائدہ 77)

جس طرح اہل کتاب میں سے یہود نے فرعون مصر اور بابل کے فرماں روا بخت نصر کی غلامی میں ذہنی طور پر مغلوب اور متاثر ہو کر مصر و بابل میں ''ایمان بالجبت''، یعنی جادو سیکھا اور اسیریٔ بابل (Babylonish Captivity) کے زمانہ میں فارس کے اہرمن پرستوں سے ''ایمان بالطاغوت'، یعنی شیطان پرستی کا درس لیا۔ بالکل اسی طرح عیسائیوں نے یونانیوں (Greeks)، رومیوں (Romans)، طیوتانیوں (Tutains) اور دیگر مشرک (Pagan) اقوام سے بہت سی بدعات مستعار لیں۔ مثلاً عید میلاد المسیح (Christmas)، عید قیامۃ المسیح (Easter)، بپتسمہ (Baptism)، اور صلیب (Cross) وغیرہا۔

تورات و انجیل جیسی نور و ہدایت سے لبریز اور وحی الٰہی پر مشتمل کتب سے پہلو تہی کرنے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی سیدھی سادی اور سچ پر مبنی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کی پاداش میں اللہ رب العزت نے نسل پرستی اور قومی مفاخر میں مبتلاء اس قوم کو ذہنی طور پر دیگر اقوام کا غلام بنا دیا۔ اسی ذہنی و فکری غلامی کا سبب تھا کہ انہوں نے دیگر اقوام کی رسومات کو اپنایا اور انبیاء کی روشن ہدایات کو ترک کر کے ان بدعات کو اپنے مذہب کا شعار بنایا اور صراط مستقیم کو چھوڑ کر شیطان کے رستوں کے

راہی بنے اور گمراہ ٹھہرے۔عیسائیوں کی دیگر اقوام سے اخذ کردہ بدعات میں سے ایک اہم بدعت کرسمس ہے جس کے متعلق کچھ معروضات قید قرطاس کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

کرسمس کا مفہوم

کرسمس کے مفہوم کے متعلق کچھ عیسائی محققین کی تحقیقات کے اقتباسات وشذرات ملاحظہ فرمائیے!

☆انڈریوس یونیورسٹی کے شعبہ ''دینیات وتاریخ کلیسا'' کے پروفیسر ڈاکٹر سموئیل بیکیاسکی کرسمس کے مفہوم کے متعلق لکھتے ہیں:

''کرسمس کا لفظ بائبل میں موجود نہیں ہے یہ اصطلاح دو الفاظ Christ یعنی مسیح اور Mass یعنی کیتھولک رسم کو ملا کر بنائی گئی ہے جس کا مفہوم ہے کہ ایسی کیتھولک رسم جو 25 دسمبر کی رات کو مسیح کی ولادت کے دن کی یاد میں منائی جاتی ہے۔حیرت کی بات یہ ہے کہ عہد نامہ جدید میں مسیح کی ولادت کو ہر سال بحیثیت تہوار منانے کا اشارہ تک نہیں ہے۔ اناجیل میں مسیح کی ولادت کا تذکرہ انتہائی مختصر ہے اور گنتی کی چند آیات پر مشتمل ہے۔''

The Date & Meaning of Christmas by)

(Dr. Samuele Bacchiocchi , p. # 08

☆پروفیسر ہربرٹ ڈبلیو آرم سٹرانگ کرسمس کے مفہوم کے متعلق رقمطراز ہیں کہ

''لفظ کرسمس کا مطلب مسیح کی رسم ہے۔یہ تہوار غیر عیسائی مشرکوں اور پروٹسٹینز کے ذریعے رومن کیتھولک چرچ میں رائج ہوا ہے اور سوال ہے کہ انہوں نے اسے کہاں سے لیا ہے؟ عہد نامہ جدید سے نہیں۔۔۔بائبل سے نہیں۔۔۔اور نہ ہی ان مستند حواریوں سے جو مسیحؑ کے تربیّت یافتہ تھے بلکہ یہ تہوار چوتھی صدی عیسوی میں بت پرست اقوام کی طرف رومن سے کیتھولک کلیسا میں آیا۔''

The Plain Truth about Christmas by Pr.)

Hwrbert W Armstrong, p.#02

کرسمس کا تعیّن

25 دسمبر کا دن دنیا بھر کی عیسائی اقوام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش عید میلاد المسیح یعنی کرسمس کے نام سے انتہائی تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے عیسائیوں میں کچھ حقیقت پسند مکاتب فکر تا حال موجود ہیں جو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ 25 دسمبر حضرت مسیحؑ کی ولادت کا دن نہیں بلکہ دیگر بت پرست اقوام سے لی گئی بدعت ہے۔ فقط یہی نہیں بلکہ تاریخ کلیسا میں کرسمس کی تاریخ کبھی ایک سی نہیں رہی کیونکہ جنابِ عیسیٰؑ کا یوم پیدائش کسی بھی ذریعے سے قطعیّت سے معلوم نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دورِ حیات اور آپؑ کے بعد آپکے حواری برسوں تک کسمپرسی کی حالت میں رہے۔ رومیوں اور یہودیوں کے مظالم سے چھپتے پھرتے تھے۔ عیسائیت کو عام ہونے میں ایک صدی گئی۔ رومن سلطنت کے عیسائیت کو قبول کرنے سے قبل اس خطے میں رومی کیلنڈر رائج تھا ۔سلطنتِ روما کے قیام سے ہی اس کیلنڈر کا آغاز ہوتا ہے۔ چھٹی صدی عیسوی کے راہب ڈائیونیزیوس (Dionysius Exiguus 470-544 AD.) کا کہنا ہے کہ ولادت مسیح رومن کلینڈر کی ابتداء کے 753 سال بعد ہوئی۔ سن عیسوی کا قیام صدیوں بعد رومن کلیسا نے کیا۔ البتہ میلاد المسیح کو بحیثیت عید منانے کا رواج حضرت عیسیٰ اور آپ کے حواریوں کے دور سے کافی عرصہ بعد شروع ہوا ۔دوسری صدی میں پاپائے اعظم ٹیلیسفورس نے اس بدعت کو باقاعدہ طور پر منانے کا اعلان کیا لیکن اس وقت کرسمس کی کوئی متعین تاریخ نہ تھی۔ اسکندریہ مصر میں اسے 20 مئی کو منایا جاتا تھا۔ اس کے بعد 19، 20 اور 21 اپریل کو منایا جانے لگا۔ کچھ خطے اسے مارچ میں بھی مناتے تھے۔

☆ انسائیکلوپیڈیا برطانیکا میں کرسمس ڈے آرٹیکل کے مطابق 525ء میں سیتھیا کے راہب ڈائیونیزیوس (Dionysius Exiguus 470-544 AD.) جو کہ ایک پادری ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر کلینڈر نگار بھی تھا اس نے اپنے اندازے کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کی تاریخِ ولادت 25 دسمبر ہی مقرر رہے''۔

یہ بات درست ہے کہ ڈائیونیزیوس ایک مشہور تقویم نگار تھا اس نے Anno Domini یعنی

عیسوی کیلنڈر بھی 525ء میں متعارف کروایا تھا مگر انسائیکلو پیڈیا ویکیپیڈیا کے مقالہ نگار کے مطابق جدید تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس مشہور تقویم نگار نے کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ حضرت مسیح کی تاریخِ ولادت 25 دسمبر ہے۔

: Wikipedia, the free encyclopedia)

(''Dionysius Exiguus''

بازنطینی بادشاہ کانسٹنٹائن (Constantine the Great 272 - 337 AD) نے اس تاریخ کو عالمی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا دن مقرر کیا۔

چوتھی صدی عیسوی سے اب تک کرسمس کا تہوار دنیا بھر میں 25 دسمبر کو ہی منایا جا رہا ہے۔لیکن عیسائی فرقہ آرتھوڈکس جو گریگوری کلینڈر کو ہی معتبر مانتا ہے۔وہ کرسمس 7 جنوری کو مناتے ہیں اور آج بھی ایسے خطے جہاں آرکوڈکس کی اکثریت ہے وہاں کرسمس 7 جنوری کو ہی منایا جاتا ہے ۔جن میں روس ،آرمینیا ،مشرقی تیمور،فلپائن ،شام اور بھارت کی ریاست کیرالہ بھی شامل ہیں۔جبکہ بعض خطے ایسے بھی ہیں جہاں کے عیسائی 6 جنوری اور 18 جنوری کو کرسمس مناتے ہیں۔

انجیل اور ولادتِ مسیح علیہ السلام کا تعین

☆ آیئے اب اناجیل متداولہ میں سے سیدنا مسیح علیہ السلام کی ولادت کے متعلق آیات کا جائزہ لیتے ہوئے ولادت مسیح علیہ السلام کا تعین کرتے ہیں۔انسائکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار اناجیل کے بیانات میں سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ:

یسوع کی پیدائش غیر یقینی ہے۔مرقس اور یوحنا اپنی انجیل میں ان کے بارے میں کچھ نہیں لکھتے۔ہماری معلومات کے ذرائع صرف یسوع مسیح کی پیدائش اور بچپن کے وہ از حد متضاد بیانات ہیں جن میں ایک طرف تو انجیل متی کے پہلے دو ابواب کی وہ افسانی کہانی ہے جس میں یسوع کی پیدائش اور بچپن کو ہیروڈ اول (Herod the Great 74 - 4 BC) کے عہد اور اسکی حکومت بدلنے یعنی چار قبل مسیح سے منسوب کیا گیا ہے۔اور دوسری طرف انجیل لوقا کے دوسرے باب

کے مطابق یسوع کی پیدائش شہنشاہ آگسٹس (Augustus) کے عہد میں یہودیہ میں ہونے والی مردم شماری یعنی 6 عیسوی سے منسوب کی گئی ہے ۔

اس بیان میں یہ بات ازحد اہم ہے کہ ہیروڈ بادشاہ جس کے عہد انجیل میں یسوع کی پیدائش بیان کی گئی ہے درحقیقت یسوع علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چار یا دس برس قبل مر چکا تھا۔حقیقت پر مبنی انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے اس بیان کی جانچ قارئین اناجیل متی ولوقا کی تحریروں سے خود کر سکتے ہیں ۔انجیل لوقا کے دوسرے باب میں سیدنا عیسی علیہ السلام کی یوم ولادت کے ماحول کے متعلق کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے :

تو اس کے وضع حمل کا وقت آ پہنچا۔اور اسکا پہلوٹھا پیدا ہوا اور اس نے اسے کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا۔کیونکہ ان کے لیے سرائے میں جگہ نہ تھی ۔اسی علاقے میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہتے اور اپنے گلے کی نگہبانی کرتے تھے۔

☆ بائبل کے مشہور مفسر آدم کلارک اس آیت کے متعلق اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں یوں وضاحت کرتے ہیں کہ

''مسیح علیہ السلام کی پیدائش ستمبر یا اکتوبر کے ایام میں ہونے کی بالواسطہ تائید اس حقیقت سے بھی ملتی ہے کہ نومبر سے فروری تک چرواہے رات کے وقت کھیتوں میں اپنے ریوڑ کی نگہبانی نہیں کرتے بلکہ ان مہینوں میں رات کے وقت وہ انہیں حفاظتی باڑوں میں لے جاتے ہیں جنہیں Sheepfold یعنی بھیڑوں کا حفاظتی باڑہ کہتے ہیں ۔اس لیے 25 دسمبر حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے لیے انتہائی نامناسب تاریخ ہے۔''

Commentary on Gospel of Luke by Adam)

(Clark , 5/370 , New York Ed.

☆ انجیل لوقا کی مذکورہ بالا آیت کے بارے میں پروفیسر ایچ ڈبلیو آرم سٹرانگ اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں

''یسوع سردی کے موسم میں پیدا نہیں ہوئے تھے کیونکہ جب یسوع علیہ السلام پیدا ہوئے تو

اس علاقے میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہتے اور اپنے گلہ بانی کی حفاظت کرتے تھے ۔دسمبر کے مہینے میں یہودیہ کے علاقے میں ایسا نہیں ہوسکتا۔ چرواہے ہمیشہ اپنے ریوڑ کو پہاڑی علاقوں اور کھیتوں میں لے جاتے اور 15 اکتوبر سے پہلے پہلے انہیں انکے حفاظتی باڑوں میں بند کر دیتے تھے تا انہیں سردی اور برسات کے موسم سے بچایا جاسکے جو کہ 25 اکتوبر کے بعد شروع ہو جاتا تھا۔ یاد رکھیے کہ بائبل خود اس کا ثبوت دیتی ہے کہ سردی برسات کو موسم تھا جو چرواہوں کو کھلے کھیتوں میں رات بسر کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

The Plain Truth about Christmas by Pr. H W)

(Armstrong , p. #3 USA 1952 Ed.

☆ آدم کلارک (Adam Clarke1760–1832) لکھتے ہیں کہ: ''یہ یہودیوں کا قدیم رواج تھا کہ عید فصیح کے مہینے (نیسان یعنی اپریل) میں اپنی بھیڑ بکریوں کو باہر کھیتوں اور میدانوں میں بھیج دیتے اور برسات کے شروع میں ہی انہیں گھر واپس لے آتے۔''

Commentary on Gospel of Luke by Adam)

(Clark , 5/370 , New York Ed.

☆ پروفیسر اے ٹی رابرٹسن ولادتِ مسیح علیہ السلام کے تعیّن کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں:

'' اگر مسیح علیہ السلام کی تبلیغ تب شروع ہوئی جب آپ کی تیس سال کی عمر کے تھے اور ساڑھے تین سال میں عید فصیح کے موقع پر آپ کی وفات پر اختتام پزیر ہوئی تو محتاط طریقے سے ماضی میں واپس لوٹتے ہوئے 25 دسمبر کی بجائے ہم ستمبر یا اکتوبر کے مہینوں میں پہنچتے ہیں۔''

A Harmony of the Gospels by Pr. A.T Robertson)

(p. # 267 New Yark ed. 1992

مندرجہ بالا تمام دلائل و براہین سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی ولادت انجیل کے مطابق سردیوں کے موسم کی بجائے گرمیوں میں ہوئی تھی۔

قرآن کریم اور ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام کا تعیّن

☆ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولات کے متعلق سورہ مریم علیہا السلام کے دوسرے رکوع میں بالتفصیل تذکرہ ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَاناً قَصِيّاً bفَأَجَاءهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيّاً ﴾

'' تو وہ اس (بچے) کے ساتھ حاملہ ہوگئیں اور اُسے لیکر ایک دُور کی جگہ چلی گئیں پھر دردِزہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔ '' (سورہ مریم 22,23)

☆ اس کے بعد سیدہ مریم علیہا السلام کو بارگاہ ایزدی سے یہ فرمان صادر ہوتا ہے:

﴿فَنَادَاهَا مِن تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيّاً وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَباً جَنِيّاً فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْناً ﴾

''اس وقت اُن کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے اُن کو آواز دی کہ غمناک نہ ہو تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔ تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔''

(سورہ مریم 24,25)

☆ علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں لکھا ہے کہ:

وقال بعض العلماء : كانت النخلة مثمرة ، وقد امر الله بهزمها ليتساقط لها الرطب الذى كان موجودا۔

بعض علماء نے یہ کہا: وہ کھجور کا درخت پھل دار تھا اسی لیے اللہ تعالی نے سیدہ مریم علیہا السلام کو اسے ہلانے کا حکم دیا تا کہ یہ درخت اپنی تروتازہ کھجوریں سیدہ مریم کے لیے گرادے جو کہ موجود تھیں۔ (أضواء البيان فى ايضاح القرآن بالقرآن للشنقيطیؒ 4/190)

☆اس سلسلے میں کسی اہل دل نے کیا خوب کہ

الم تر ان اللّٰہ اوحی لمریم وھزی الیك الجذع لیساقط الرطب

ولو شاء احنی الجذع من غیر ھزہ الیھا ولکن کل شیء لہ سبب

کیا تم نے اس نکتے کی طرف توجہ نہیں کی کہ اللہ تعالی نے مریم علیہا السلام کو یہ وحی کی کہ تنے کو اپنی طرف ہلا وٗ تو وہ کھجوریں گرائے گا۔اگر اللہ چاہتے تو بغیر ہلانے کہ تنا ان کی طرف جھک جاتا لیکن ہر ایک چیز کا کوئی سبب تو ہوتا ہی ہے۔

کرسمس 25 دسمبر کو کیوں؟

اسلام اور عیسائیت کے گزشتہ دلائل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش دسمبر تو کجا سردیوں کے موسم میں بھی نہیں ہے تو یہاں ایک انتہائی اہم سوال ہر قاری کے حاشیہ خیال میں ابھرا ہوگا کہ اگر قرآن کریم اور انجیل مقدس کے یہ دلائل براہین مبنی بر حقیقت ہیں تو پھر 25 دسمبر کو بحیثیت عید میلاد المسیح کیوں متعین کیا گیا؟

☆ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مایہ ناز مقالہ نگار، شمالی کیلفورنیا کے شہر درھم کی ڈیوک یونیورسٹی کے شعبہ ''تاریخ و دینیات'' کے پروفیسر ڈاکٹر ھانس جے ہلر برانڈ کرسمس ڈے کے متعلق ریمارکس دیتے ہوئے اس سوال کا جواب یوں دیتے ہیں:

''ابتدائی عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یوم پیدائش اور اور اس موقع کو بحیثیت تہوار منانے کے درمیان فرق کیا کرتے تھے۔دراصل ولادت مسیح کو منانے کی رسم بہت بعد میں آئی۔بالخصوص عیسائیت کی ابتدائی دو صدیوں کے دوران شہداء یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کو بحیثیت تہوار منانے کے لیے شناخت کرنے کے متعلق ابتدائی عیسائیوں کی طرف سے انتہائی مضبوط مخالفت موجود تھی۔بہت سے چرچ فادرز نے یوم ولادت کو منانے کی پاگان (مشرکانہ) رسم کے متعلق طنز آمیز تبصرے پیش کیے۔

☆انسائیکلوپیڈیا امیریکانا میں ''Christmas'' کے موضوع پر تحریر کردہ مضمون میں اس عقدہ کو

یوں کشا کیا گیا:

''بہت سے مذہبی ماہرین کے مطابق عیسائی کلیسا کی ابتدائی صدیوں میں کرسمس نہیں منائی جاتی تھی۔.....لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی یاد میں چوتھی صدی عیسوی میں تہوار منانا شروع ہوئے۔ پانچویں صدی عیسوی میں تو مغربی کلیسا نے اس تہوار کو اس دن منانے کا حکم دیا جس دن قدیم اہلِ روم اپنے سورج دیوتا کا جنم دن (25 دسمبر) منایا کرتے تھے۔ جبکہ مسیح علیہ السلام کے اصل یومِ پیدائش کا کسی کو کوئی خاص علم ہی نہ تھا۔''

: Encyclopedia Ameracana , New York)

(''Christmas''1944 Ed.

کرسمس کی حقیقت

پروفیسر الیگزینڈر ہزلپ کرسمس اور نمرود کے تعلق کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''بابل، مصر، کنعان، یونان، روم اور مختلف ایشیائی ممالک کی قدیم تہذیبوں میں ہمیں ایک مشترک داستان ملتی ہے جس کی ابتداء بابلی تہذیب سے ہوئی اور پھر مختلف تہذیبوں نے اس داستاں کو اپنا کر اپنے عقائد میں شامل کیا۔ اس داستان کے مطابق شہر بابل کا بانی نمرود بادشاہ جنگل میں شکار کرنے گیا اور واپس نہ آیا غالباً وہ کسی شکار کا شکار ہو گیا۔ اسکی ماں جو اسکی بیوی بھی تھی اس نے اسے بہت تلاش کیا لیکن اس کا کوئی پتا نہ چلا۔ بالآخر اس نے اپنے دل کو بہلانے کے لیے کہا کہ میرا بیٹا پاتال میں آرام کرنے کے لیے گیا ہے۔ اور جس طرح ایک خشک تنے سے سردیوں کے انقلاب شمسی (یعنی 21 دسمبر اور اسکے بعد کے کچھ ایّام) پر ایک نئی زندگی سرسبز پتوں کی صورت پھوٹتی ہے ایسے ہی میرے بیٹے کے مردہ بدن سے اسکی پیدائش کے دن ہر سال ایک نئی زندگی جنم لے گی۔ اور ہر سال اس دن کو ہم عید کے طور پر منائیں گے۔''

(The Tow Babylons by Alexander Hislop , p. # 93)

ایسے تہوار نہ منانے کا حکم بائبل میں

بائبل میں بھی مشرکین کے میلوں، عیدوں اور تہواروں میں شرکت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ فرمانِ خداوند ہے: ''اے اسرائیل کے گھرانے! وہ کلام جو خداوند تم سے کرتا ہے سنو۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ تم دیگر اقوام کی روش اختیار نہ کرو۔'' (یرمیاہ 10:1,2)

نیز یہ تہوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین میں نہ تھا بلکہ بعد میں رومی پادریوں نے اسے دین کا شعار بنایا اس لیے یہ عیسائیت میں بدعت (Heresy) ہے۔ اور بدعت سے بھی بائبل میں بیسیوں مقامات پر منع کیا گیا ہے۔ فرمانِ خداوند ہے: ''بدعات کرنے والے خدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہوں گے۔'' (گلتیوں 5:21)

نیز فرمایا: تم میں بھی جھوٹے استاد ہوں گے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے.... اور اپنے آپ کو جلد ہلاکت میں ڈالیں گے۔'' (پطرس کا دوسرا خط 2:1)

لمحۂ فکریہ!

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ﴾ (سورہ رعد 37)

''اگر تم علم (ودانش) آنے کے بعد ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلو گے تو اللہ کے سامنے کوئی نہ تمہارا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔''

☆ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں 15 مختلف مقامات پر جاہل اور گمراہ اقوام کے عقائد، نظریات، تہوار اور رسم ورواج کو قبول سے منع فرمایا۔

☆ ذخیرۂ احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے بیسیوں مرتبہ مختلف معاملاتِ زندگی کے متعلق فرمایا: «« خالفوا المشرکین »» مشرکین کی مخالفت کرو۔ (صحیح البخاری حدیث 5892 ، صحیح المسلم حدیث 259)

«« خالفوا المجوس »» مجوسیوں کی مخالفت کرو۔(صحیح المسلم حدیث 260)

«« خالفوا الیھود و النصاریٰ »» یہوداور نصاریٰ کی مخالفت کرو۔(السنن لابی داؤد حدیث 652 ، صحیح لابنِ حبّان حدیث 2183)

☆ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:«« من تشبّہ بقوم فھو منھم »» جوشخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔ (السنن لابی داؤد 4031 صحیح)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «« لا تدخلوا فی کنائسھم یوم عیدھم ، فانّ السخطۃ تنزّل علیھم»» ان کی عید کے دن انکے کلیساؤں میں نہ جایا کرو کیونکہ ان پر اللہ کی ناراضگی اترتی ہے۔(مصنّف عبدالرزاق حدیث 1609- سنن الکبریٰ للبیھقی حدیث 8861 امام ابنِ کثیر نے فرمایا:اسنادہ صحیح)

اسی تناظر میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «« اجتنبوا أعداء اللہ فی عیدھم »» اللہ کے دشمنوں کی عید میں شرکت کرنے سے بچو! (سنن الکبریٰ للبیھقی حدیث 18862)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا:'' غیر مسلموں کی سرزمین میں رہنے والا مسلمان ان کے نوروز(New Year) اور انکی عید کو انکی طرح منائے اور اسی رویّے پر اسکی موت ہوتو قیامت کے دن وہ ان غیر مسلموں کے ساتھ ہی اٹھایا جائے گا۔''(سنن الکبریٰ للبیھقی حدیث 18863 ابنِ تیمیہ نے فرمایا:اسنادہ صحیح۔ اِقتضاء 200)

فقہائے اسلام رحمہم اللہ اور عیدِ میلادِ مسیح کا حکم

☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جس شخص کی بیوی عیسائی ہوتو کیا اپنی بیوی کو عیسائیوں کی عید یا چرچ میں جانے کی اجازت دے سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ اسے اجازت نہ دے کیونکہ اللہ نے گناہ کے کاموں میں تعاون نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔(المغنی لابن القدامۃ 9/364- الشرح الکبیر علیٰ متن المقنّع 10/625)

☆ مختلف شوافع فقہاء کا کہنا ہے کہ جو کفار کی عید میں شامل ہوا سے سزا دی جائے۔(الاقناع - 2/526 مغنی المحتاج 5/526)

☆معروف شافعی ماہرِ فقہ ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن حسن بن منصور طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ یہود و نصاریٰ کی عیدوں میں شرکت کریں۔ کیونکہ وہ برائی اور جھوٹ پر مبنی ہیں۔ اور جب اہلِ ایمان اہلِ کفر کے ایسے تہوار میں شرکت کرتے ہیں تو کفر کے اس تہوار کو پسند کرنے والے اور اس سے متاثر ہونے والے کی طرح ہی ہیں۔ اور ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ان اھل ایمان پر اللہ کا عذاب نہ نازل ہو جائے کیونکہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو نیک و بد سب اسکی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ (احکام اھل الذمۃ 3/1249)

☆امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں فرمایا: ''موسم سرما میں دسمبر کی 24 تاریخ کو لوگ بہت سے کام کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے خیال کے میں یہ دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہے۔ اس میں جتنے بھی کام کئے جاتے ہیں مثلاً آگ روشن کرنا، خاص قسم کے کھانے تیار کرنا اور موم بتیاں وغیرہ جلانا سب کے سب مکروہ کام ہیں۔ اس دن کو عید سمجھنا عیسائیوں کا دین و عقیدہ ہے۔ اسلام میں اسکی کوئی اصلیت نہیں اور عیسائیوں کی اس عید میں شامل ہونا جائز نہیں۔''
(اقتضاء صراط المستقیم 1/478)

المیہ!

مگر بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اکثر عوام الناس اور ان کی رہنمائی کرنے والے کچھ عاقبت نا اندیش علماء نہ صرف غیر مسلموں کے ایسے تہواروں میں شرکت کرتے بلکہ ان کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیئے اور اللہ کے ان دشمنوں کو خوش نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ''وہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو وہ بھی نرم ہو جائیں (سورہ قلم 9)'' اور اللہ کا فرمان بھی ہے ''تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ اُن کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو (سورہ بقرہ 120)'' اور رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا: ''تم لوگ پہلی امتوں کے طریقوں کی قدم بقدم پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کی بِل میں داخل ہوں تو تم بھی اس میں داخل ہو گے۔ (صحیح البخاری حدیث 3456)'' ہمارے معاشرے میں رائج قبر پرستی، پیر پرستی، امام پرستی اور رنگا رنگ بدعات مثلاً عرس، میلے اور عید میلاد النبی وغیرہا ان تمام باتوں کی دلیل قرآن و سنت سے

نہیں ملتی اور نہ ہی صحابہ کرام واہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان کی کوئی دلیل ملتی ہے بلکہ یہ بدعات تو سراسر یہود و نصاریٰ کی اندھا دھند نقالی کا ہی تو کرشمہ ہیں۔اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں بدعات سے بچائے اور قرآن وسنت کی صراطِ مستقیم پر چلائے۔آمین!

خلاصۂ تحقیق

گزشتہ تمام تفصیل کا اجمال یہ ہے کہ

1- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش بالکل نامعلوم ہے۔.....2- یومِ پیدائش کے متعلق فقط اندازے اور تخمینے لگائے جاتے ہیں۔کوئی مستند دلیل نہیں ہے۔.....3- حضرت عیسیٰ علیہ السلام 25 دسمبر کو پیدا نہیں ہوئے تھے۔.....4- قرآن اور اناجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے معلوم واقعات کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ کی ولادت موسم گرما میں ہوئی۔.....5- اس کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش 25 دسمبر کو مقرر کیا گیا۔.....6- کیونکہ ابتدائی عیسائیت کو تحفظ دینے والے مشرک اہلِ روم اپنے سورج دیوتا کا جنم دن 25 دسمبر کو ہی منایا کرتے تھے۔.....7- مصر کے فرعون اپنی مشہور دیوی آئیسز (Isis) کے بیٹے ہورس (Horus) دیوتا کا جنم دن بھی 25 دسمبر کو منایا کرتے تھے۔ 8- عید کے طور پر 25 دسمبر کو منانے کا رواج تاریخ میں سب سے پہلے ہمیں بابل کی تہذیب سے ملتا ہے۔..... 9- کیونکہ اہلِ بابل 25 دسمبر کو شہر کے بانی نمرود بادشاہ کی سالگرہ منایا کرتے تھے۔ 10- کسی شخصیّت کے جنم دن کو تہوار کے طور پر منانا یا خود اپنی سالگرہ منانا نمرود، فرعون اور مشرک اقوام کا طریقہ ہے۔.....11- بائبل کی تعلیم کے مطابق ایسے تہوار منانا جائز نہیں۔.....12- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے منع فرمایا۔.....13- ایسے تہوار پر مبارک باد دینا حرام ہے۔ 14- خاص مذہبی تہوار پر کسی غیر مسلم کو کوئی تحفہ دینا جائز نہیں۔.....15- عیسائیوں کی نقالی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانا بدعت بھی ہے اور غیر مسلموں کی مشابہت بھی۔

سلسلہ اصلاح اخطاء الناس

نہ کہنے کی باتیں

ابن عمر دین لاہوری

پچھلے شمارے میں تین باتوں کا ذکر کیا تھا جو ہمارے ہاں معروف ہیں لیکن شرعی لحاظ سے ان کلمات کا استعمال درست نہیں۔ یہ کہنا کہ اللہ ہر جگہ ہے۔ درست نہیں، اللہ عرش پر مستوی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے شہنشاہ کے الفاظ استعمال نہیں ہو سکتے اس لیے کہ بادشاہوں کا بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ تیسرے نمبر والذی نفسی بیدہ کا ترجمہ ذکر کیا تھا کہ عام طور پر ترجمہ یہ کیا جاتا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو صفت ''ید'' استعمال ہوئی ہے اس کی تاویل یا انکار لازم آتا ہے اور قبضہ اللہ کی الگ سے صفت موجود ہے لہذا یہ کہنا چاہیے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق سے سلسلہ کو آگے چلاتے ہیں۔

(۴).....پنجتن پاک

ہمارے ہاں یہ الفاظ کئی انداز سے استعمال ہوتے ہیں، صدقہ پنجتن پاک دا، میں پنج تنی ہاں، جہدا پنجتن نال پیار نہیں اوہدے کلمے دا اعتبار نہیں وغیرہ۔ پنجتن پاک کا مطلب ہے کہ پانچ افراد کا پاکیزہ ہونا۔ پانچ افراد کو پاکیزہ ماننا اور باقی کی نفی کرنا درست نہیں۔ اس سے بھی خوفناک بات یہ ہے کچھ لوگ یہ عقیدہ بنائے بیٹھے ہیں کہ ہم ان کی وجہ سے جہنم سے بچ جائیں گے۔ حالانکہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمادیا تھا: ''اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جو چاہے سوال کرلو میں اللہ کے ہاں آپ کے کچھ کام نہیں آؤں گا۔'' بخاری: (۲۷۵۳)

نبی ﷺ کے ان الفاظ پر توجہ فرمائیں کہ کتنے واضح ہیں اور اپنی پیاری لخت جگر کے لیے ہیں کہ میں تیرے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ یعنی اللہ کی بارگاہ میں اعمال کے عقیدہ وعمل کی بنیاد پر فیصلے

ہونے ہیں کسی کا کوئی تعلق کام نہیں آئے گا۔ کچھ لوگ پنجتن پاک سے عقیدت میں اس قدر آگے بڑھے کہ انہوں نے ان پانچوں یعنی محمد ﷺ، علی، فاطمہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو اللہ بنا دیا دیا، جس طرح عیسائیوں میں عقیدہ تثلیث ہے کہ وہ اللہ، عیسی علیہ السلام اور مریم علیہا السلام تینوں کو اللہ مانتے ہیں ۔علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں غالی روافض کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بات لکھی ہے کہ:

((ومنهم من قال بالإلٰهيَّة لجملة أشخاص أصحاب الكِسَاءِ:محمد، علی وفاطمة والحسن والحسين وقالوا:خمستهم شيءٌ واحِدٌ))

''ان میں ایک گروہ وہ ہے جو اصحاب کساء (جن کو نبی ﷺ نے اپنی چادر میں لیا تھا) کے اللہ ہونے کا قائل ہے: یعنی محمد ﷺ، علی، فاطمہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہم اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ سب ایک ہی ہیں۔'' الملل والنحل:۱/ ۱۷۵، ۱۷۶

مشہور شیعہ مفسر قمی نے اپنی کتاب ''المقالات والفرق'' میں لکھا ہے:

''مخمّسه ایک فرقہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ محمد ﷺ ہی اللہ ہیں۔ اور یہ پانچ مختلف صورتوں میں ظاہر ہوئے ہیں محمد، علی، فاطمہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہم۔''

پتہ چلا کہ پنجتن پاک کی تشہیر شیعہ کے ایک کفریہ عقیدے کی ترجمانی ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے مقامات پر جب یہ لفظ ''اللہ'' لکھتے ہیں تو محمد ﷺ، علی، فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے ناموں کو ملا کر لکھتے ہیں۔ اور سادہ لوح لوگ فرط محبت میں اس کی تشہیر شروع کر دیتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ'' جہدا پنجتن نال پیار نہیں اوہدے کلمے دا اعتبار نہیں'' اہل بیت یعنی نبی ﷺ کے گھرانے سے محبت کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا ہے بلکہ ظلم یہ ہے کہ اہل بیت میں سے ازواج مطہرات کو خارج کر دیا جاتا ہے صرف پانچ کو اہل بیت سمجھ لیا جاتا ہے یہ بھی بہت بڑی ناانصافی اور ظلم ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اہل بیت سے مراد، نبی کی ازواج مطہرات، آپ کی بیٹیاں، آپ کے بیٹے، نواسے اور نواسیاں اور ان کے علاوہ حضرت عباس، حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل

کا گھرانہ بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ان سب سے محبت ایمان کی دلیل ہے۔جوان کے ساتھ محبت نہیں رکھتا توان کے بارے میں نبی ﷺ کا واضح فرمان موجود ہے:

((وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہٖ لَا یُبْغِضُنَا اَھْلَ الْبَیْتِ اَحَدٌ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ النَّارَ))

الصحیحۃ:(۲۴۸۸)

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،ہم اہل بیت سے جوکوئی بھی بغض رکھے گا اللہ اس کوجہنم میں داخل کرے گا۔''

تو پتہ چلا اہل بیت سے محبت جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔لہذا ہر اہل ایمان کوتمام اہل بیت سے محبت رکھنی چاہیے اور کسی سے بھی بغض وعداوت نہیں رکھنی چاہیے۔

(۵).....دمادم مست قلندر علی رضی اللہ عنہ کا پہلا نمبر

یہ ایک عقیدے کی ترجمانی ہے جس کی قرآن وسنت سے دلائل کی رو سے کوئی حیثیت نہیں۔لطف کی بات یہ ہے کہ ایک طرف تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طاقت وقوت کا اس قدر اظہار کیا جاتا ہے کہ ان کی طاقت کے سامنے کوئی بھی نہیں ٹھہر سکتا لیکن جب خلافت کی بات آتی ہے تو انہیں مظلوم پیش کیا جاتا ہے۔حق بات یہ ہے کہ نہ تو اس قدر طاقت وقوت کے مالک تھے جس طرح کہ بیان کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان سے خلافت کا حق چھینا گیا ہے۔خلافت میں سب سے پہلے نمبر پر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اختصار کے پیش نظر اس کے چند دلائل پیش کیے دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ مَن یَرْتَدَّ مِنکُمْ عَن دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَأْتِیْ اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّونَہُ أَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ أَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ یُجَاھِدُونَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلاَ یَخَافُونَ لَوْمَۃَ لآئِمٍ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَن یَشَاءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ المائدۃ:(۵۴)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!تم میں سے جوکوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرتا ہوگا اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے،مومنوں

پر بہت نرم ہوں گے ،کافروں پر بہت سخت ،اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب لوگ مرتد ہوئے تو انکے خلاف لڑنے والے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، مدعیان نبوت کا مسئلہ کھڑا ہوتو ان کے خلاف بھی جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جب مانعین زکواۃ کھڑے ہوئے تو ان کے خلاف قتال کے عزم کا اظہار کیا تو جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے۔ یہ فتنے اور ان فتنوں کے خلاف لڑنے والے اور لشکر بھیجنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ بھی مذکورہ آیت میں اسی بات کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ ارتداد کی صورت میں اللہ ایسی قوم لائے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ کے محبوب بندوں میں سے تھے تبھی تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو مرتدین کا قلع قمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں تھے تو آپ نے مصلی امامت پر ابوبکر کو کھڑا کیا تھا اور پھر یہ الفاظ بھی فرمائے تھے:

((وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَكْرٍ)) مسلم:(۲۳۸۷)

''''اللہ اور مومن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ (سب کا) انکار کرتے ہیں۔''یعنی ان کے علاوہ خلافت کوئی مستحق نہیں۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی معاملے میں حاضر ہوئی تو آپ نے اسے واپس جانے کا اور آئندہ آنے کا حکم فرمایا تو وہ کہنے لگی کہ اگر میں آؤں تو آپ کو نہ پاؤں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''پھر ابوبکر کے پاس چلی آنا۔'' بخاری:(۷۲۲۰)

(۶).....اللہ رسول کی مرضی

یہ بات بھی زبان زد عام ہے اللہ رسول کی مرضی، رب رسول کی مرضی، جو اللہ چاہے اس

کا رسول چاہے۔تو ایسے کلمات اپنی زبانوں سے ادا نہیں کرنے چاہیے۔

حضرت طفیل بن سخبرہ رضی اللہ عنہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں شریک بھائی ہیں کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ وہ یہودیوں کے ایک گروہ کے پاس سے گذرے اور ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا ہم یہودی ہیں۔طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایک صحیح قوم ہوتے اگر تم حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ سمجھتے یہودیوں نے کہا تم بھی ایک صحیح قوم ہوتے اگر تم یوں نہ کہتے کہ جو اللہ نے چاہا اور جو محمد نے چاہا پھر ان کا گذر عیسائیوں کے ایک گروہ پر ہوا اور ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا ہم عیسائی ہیں طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایک صحیح قوم ہوتے اگر تم حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ قرار دیتے عیسائیوں نے کہا تم بھی ایک صحیح قوم ہوتے اگر تم یوں نہ کہتے کہ جو اللہ نے چاہا اور جو محمد نے چاہا۔صبح ہوئی تو انہوں نے یہ خواب کچھ لوگوں کو سنایا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں بھی یہ واقعہ سنایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ خواب کسی کو بتایا بھی ہے انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا کہ طفیل رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا ہے جو اس نے تم میں سے بعض لوگوں کو بتایا بھی ہے تم یہ جملہ پہلے کہتے تھے جس سے تمہیں روکتے ہوئے مجھے حیاء مانع ہو جاتی تھی

((لَا تَقُولُوا :مَا شَاءَ اللهُ، وَمَا شَاءَ مُحَمَّدٌ))

''یہ نہ کہا کرو کہ جو اللہ نے چاہا اور جو محمد نے چاہا۔'' مسند احمد(۲۰۶۹٤)صحیح

مسند بزار کے اندر یہ الفاظ بھی ہیں۔

((وَلَكِنْ قُولُوا :مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ))

''لیکن تم کہو جو صرف اللہ اکیلا چاہے۔'' مسند بزار ۷/ ۲۵۱(۲۸۳۰)

زمانے کا سہارا تو بظاہر ایک دکھاوا ہے
حقیقت میں مجھے میرا خدا گرنے نہیں دیتا

سیرت نبوی کا ایک عظیم پہلو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

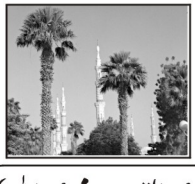

سید الانبیاء ﷺ کا غیر مسلموں سے سلوک

(حافظ عبدالقدیر بن محمد عبداللہ)

مذہبی، دینی یا معاشرتی معاملات میں دوسروں کے ساتھ فراخ دلی اور وسیع خیالی کا برتاؤ کرنا، کسی دوسرے شخص کے نقطۂ نظر کو برداشت کرنا، رعایت کا رویہ، تحمل، وضع داری کا اظہار، ہر کس وناکس سے برابر کا برتاؤ اور نرمی کا سلوک کرنا، یہ تمام ایسی صفات ہیں جو انسان کو بلندی تک پہنچا دیتی ہیں۔ کسی کو برداشت کرنا یہ کمزوری کا نام نہیں ہے بلکہ یہ انسان کے اعلیٰ ظرف اور بلند خیال ہونے کی نشانی ہے۔ اسی چیز کو رواداری کہتے ہیں جو خود اعتمادی کا دوسرا نام ہے۔ احساسِ کمتری کا شکار شخص کبھی بھی دوسرے کو برداشت نہیں کرتا اور نہ ہی رواداری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

نبی ﷺ ہر ایک سے اچھا سلوک کرتے تھے اور ہر ایک کو خوشیاں دیتے تھے، جہاں آپ اپنوں سے شفقت کرتے وہاں غیروں سے بھی اچھا برتاؤ کرتے۔ آپ ﷺ تو جانوروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے۔ آپ ﷺ تو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں، اسی رحمت وشفقت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس اگر کوئی کافر بھی آتا تو اس کی فریاد کو سنتے اور پورا کرتے تھے آپ ﷺ رواداری کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز تھے۔

ایک دفعہ نجران کے کچھ عیسائی آپ ﷺ سے مناظرہ کرنے کے لیے آئے اور کافی دن آپ کے پاس ٹھہرے، آپ ﷺ کی اعلیٰ ظرفی دیکھیں کہ آپ ﷺ نے خود ان کی مہمان نوازی کی، ان کی ضروریات کو پورا کیا اور مسجدِ نبوی میں ان کو اپنی عبادت کرنے کی اجازت بھی دی۔

تفسیر طبری: ۳/ ۱۶۳ (۶۵۴۰)

اسی طرح ایک دفعہ ابوسفیان بن حرب نے آپ سے بارش کی دعا کے لیے درخواست کی، یہ وہ شخص تھا جس نے مسلمانوں کو بہت تکالیف پہنچائیں تھیں، غزۂ خندق میں کافروں کے لشکر کا امیر بھی یہی تھے اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے ایک دفعہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دعا کی

درخواست اس طرح کی کہ ’’آپ مہمان نواز ہیں رشتہ داری کو ملاتے ہیں اور بے شک آپ کی قوم ہلاک ہورہی ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مکہ والوں کو قحط سالی کی وجہ سے مردار اور مردہ جانوروں کے چمڑے اور ہڈیاں کھانی پڑیں تھیں، جب ابوسفیان نے بارش کی درخواست کی تو نبی ﷺ نے فوراً بارش کی دعا کردی تو پھر سات دن خوب بارش برسی حتی کہ لوگوں نے کثرتِ بارش کی شکایت کی تو پھر رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ دعا فرمائی کہ اے اللہ اس بارش کو کہیں اور لے جایئے۔

(صحيح البخاري، كتاب الإستسقاء: ١٠٢٠)

اہلِ نجد رسول اللہ کے دشمن تھے آپ ﷺ نے ایک فوجی دستہ ان کی طرف روانہ کیا، یمامہ کے حاکم ثمامہ بن اثال ان کو راستے میں ہی مل گئے انہوں نے اس کو گرفتار کرلیا اور سرکارِ دو عالَم ﷺ کی خدمت لے آئے اور مسجدِ نبوی کے ایک ستون کے ساتھ ان کو باندھ دیا۔ اس دور میں قبائلی زندگی کا ایک رواج تھا کہ کوئی دشمن ہاتھ آجاتا تو اس کا انجام قتل ہی ہوتا تھا لیکن نبی ﷺ نے ان کو آزاد فرمادیا تو یہ واقعہ نہایت عجیب وغریب تھا کہ بغیر انتقام لیے دشمن کو اس طرح آزاد کردیا جائے لیکن نبی ﷺ نے اپنے روادارانہ سلوک کے ساتھ ان کی روح کو فتح کرلیا تھا چنانچہ قید سے چھوٹنے کے بعد یہ باغ میں گئے اور غسل کرکے آئے اور مسلمان ہوگئے۔ اس کے بعد ثمامہ رضی اللہ عنہ عمرہ کے لیے مکہ گئے تو مکہ والوں نے ان کو کو بُرا بھلا کہا کہ تم تو بے دین ہوگئے ہو انہوں نے کہا کہ میں بے دین نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے دین کو اختیار کیا ہے اور سن لو ’’محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر گندم کا ایک دانہ بھی تمہارے یہاں نہیں آئے گا‘‘۔ اس زمانے میں مکہ والوں کو گندم جن علاقوں سے فراہم ہوتی تھی ان میں یمامہ کا ایک خاص مقام تھا اور یہ وہاں کے سردار تھے۔ انہوں نے مکہ والوں کا غلہ بند کردیا اب مکہ والے فاقوں سے بھوکے مرنے لگے غلہ کی بندش سے پریشانی اور بدحواسی کا عالَم تھا اسی حالت میں مکہ والے رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے کہ آپ کے رشتہ دار بھوکے مررہے ہیں آپ ثمامہ سے کہیں کہ وہ غلہ کی بندش کو ختم کردے آپ ﷺ نے یمامہ کے حاکم کو حکم دیا کہ وہ اناج کی بندش اٹھالے اب دیکھئے کہ رسول اللہ ﷺ نے کس قدر عمدہ سلوک کیا اس جگہ کوئی اور ہوتا تو ان کو سارے مظالم یاد کرواتا اور کہتا کہ تم وہی ہو جنہوں نے میرے ساتھ اور میرے ساتھیوں کے ساتھ یہ یہ بُرا سلوک کیا تھا اور گنواتا

کہ تم وہی ہو جنہوں نے مجھے اور میرے رشتہ داروں کو ایک گھاٹی میں تین سال تک بند کیے رکھا تھا اور اناج کا ایک دانہ بھی نہیں جانے دیتے تھے اور بلکتے بچوں کی آوازیں گھاٹی کے باہر لوگ سنتے تھے اور یہ بھی گنواتا کہ ہمارے لوگوں کو اس وقت پتے اور چمڑے کھانے پڑے تھے لہٰذا تم کسی نیکی کے مستحق نہیں ہو، بلکہ نبی ﷺ تو سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر آئے تھے آپ ﷺ نے کافر لوگوں کی درخواست کو قبول کیا اور ثمامہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ غلہ کی بندش کو اٹھالے، تو پھر اناج مکہ پہنچنے لگا۔

اسدالغابة :١/ ٢٤٦۔

آپ ﷺ کی اعلیٰ ظرفی کے چند نمونے

ایک مرتبہ نبی ﷺ نے قبیلہ بنو طے کی طرف فوجی دستہ روانہ کیا تو وہاں کا سردار عدی بن حاتم طائی تھا یہ بھاگ کھڑا ہوا اس کی بہن سفانہ قید ہو کر مدینہ میں آئی اس نے نبی ﷺ سے رہائی کی اپیل کی تو آپ ﷺ نے اس کو رہا کر دیا تو یہ سیدھی اپنے بھائی کے پاس گئی اور اس کو نبی ﷺ کے پاس جانے کا مشورہ دیا اب عدی بن حاتم طائی مدینہ میں آئے اور دیکھا کہ نبی ﷺ نے نماز کے بعد گھر جا رہے ہیں یہ بھی پیچھے ہو لیے۔ دروازے کے قریب پہنچے تو نبی ﷺ نے پیچھے مڑ کر پوچھا کہ ''عدی؟'' کہنے لگے ''ہاں'' نبی ﷺ ان کو اپنے گھر لے گئے (ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) نبی ﷺ نے ان کو ایک تکیہ دیا کہ ''اس پر بیٹھ جاؤ'' انہوں نے کہا کہ ''آپ ہی اس پر بیٹھ جائیں'' لیکن نبی ﷺ کے بار بار اصرار پر ان کو تکیے پر بیٹھنا پڑا اور خود نبی ﷺ نیچے زمین پر بیٹھ گئے کیونکہ اس وقت گھر میں اس تکیے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ الاصابة:٤/ ٢٢٨، اسدالغابة:٣/ ٣٩٢

نبی ﷺ کی خدمت میں حبش کے علاقے کے سفیر آئے تو آپ ﷺ بذاتِ خود ان کی مہمان نوازی اور رت میں مصروف ہو گئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ''آپ تشریف رکھیں ہم خدمت کے لیے حاضر ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا ''جب ہمارے مسلمان ان کے پاس حبشہ گئے تھے تو ان لوگوں نے ان کی خدمت کی تھی، اس لیے میرا فرض ہے کہ میں بھی ان کی خدمت کروں''۔

ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا کچھ دنوں سے وہ نظر نہ آیا تو نبی ﷺ اس

کے گھر چلے گئے اور وہ لڑکا بیمار تھا اور مرنے کے قریب تھا آپ ﷺ نے اس کی تیمارداری کی اور اسلام کی دعوت دی تو لڑکے نے سوالیہ نگاہوں سے اپنے یہودی والد کی طرف دیکھا تو والد نے کہا کہ ''ان کی بات مان لو'' تو لڑکے نے کلمہ پڑھا اور فوت ہو گیا۔ نبی ﷺ یہ کہتے ہوئے وہاں سے اُٹھے کہ ''اللہ کی تعریف ہے جس نے میری وجہ سے اس کو آگ سے بچا لیا''۔

تبوک سے واپسی پر ایلہ مقام کا حاکم یُحَنَّہ بن رُؤیہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک سفید خچر تحفہ کے طور پر آپ ﷺ کو دیا آپ ﷺ نے اسے قبول کیا اور اس کو ایک چادر پہنائی اور امن کا خط لکھ کر دیا۔ صحیح البخاری (۲۶۱۲)

حنین کا علاقہ فتح ہوا تو قیدیوں میں آپ ﷺ کی رضاعی بہن تمہارے پاس کوئی نشانی ہے تو انہوں کہا کہ بچپن میں آپ نے مجھے دانت سے کاٹ لیا تھا جب آپ ﷺ نے وہ نشان دیکھے تو پہچان گئے، اپنی چادر ان کے لیے بچھائی اس پر انہیں بٹھایا اور کہا کہ مجھ سے مانگو اور مزید فرمایا کہ چاہو تو میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو تین غلام، ایک خادمہ لونڈی، اونٹ اور بکریاں دیں۔ انہوں نے بھی پھر اسلام قبول کر لیا اور آپ نے ان کا نام حذافہ رکھا اور شیماء ان کا لقب تھا۔

(سیرت ابنِ هشام:٤٥٨٢)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد بہت تاخیر سے مسلمان ہوئے تھے فتح مکہ کے موقع پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد ابوقحافہ کو آپ ﷺ کے پاس لے کر آئے آپ ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا: ان کو گھر میں ہی کیوں نہیں رہنے دیا؟، میں خود ان کے پاس آ جاتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ ان کے لیے آپ کے پاس چل کر آنا زیادہ مناسب تھا، پھر ان کے والد مسلمان ہو گئے۔

ابن حبان (۱۷۰۰)

ان تمام واقعات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو حد درجہ متعصب نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ رواداری اور وسیع خیالی کا درس دیتا ہے۔ دیکھیے سرکارِ دو جہاں حضرت محمد ﷺ غیر مسلموں کے ساتھ بھی کتنا اچھا سلوک کرتے تھے۔ تو کیا ہم مسلمان آپس میں رواداری کے ساتھ نہیں رہ سکتے؟ ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو برداشت نہیں کر سکتے؟ ایک کلمہ گو مسلمان کے ساتھ تحمل

اور وضعداری کا رویہ نہیں اپنا سکتے ؟ بلکہ ہمارا دین ہمیں سکھاتا ہے کہ ہر انسان کی عزت وتکریم کرو، اس کے انسان ہونے کے ناطے اس کو اس کے مرتبے سے نہ گراؤ، حق والوں کا حق یہ ہے کہ وہ دعوت کے ساتھ ساتھ اپنا اخلاق وکردار ایسا بنائیں کہ دوسرے لوگ حق کو ماننے پر مجبور ہو جائیں لوگوں کو خوشیاں دیں تاکہ وہ آپ کے قریب ہو سکیں دوسروں کے نقطۂ نظر کو برداشت کریں تاکہ وہ بھی آپ کی بات کی قدر کریں۔

اگر ہم تعصب کو چھوڑ کر تحمل اور وسیع خیالی سے کام لیں تو ہم مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بہت قریب آسکتے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر:56

بقیہ ایک شمع اور بجھی.....رمضان المبارک میں دورۂ تفسیر میں آپ کے شاگردوں کی تعداد کم وبیش پانچ ہزار تھی یہ آپ کے اِخلاص اور تبحر علمی کا نتیجہ ہے۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ نے جب مسلکِ حق ''اہلحدیث'' کو قبول کیا تو آپ نے یہ فکر انگیز کلمات کہے:

''ایمانداری کے ساتھ بتائیں کہ تمہارے مدارس میں بخاری ومسلم نہیں پڑھائی جاتیں؟ کیا ان میں یہ احادیث نہیں ہیں؟ (یا تم نے آنکھیں بند کرلیں وہ علیحدہ بات ہے) کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ یہ مطلب ہے، وہ مطلب ہے، آگے ہے، پیچھے ہے، کم از کم رسول اللہ ﷺ سے ثابت تو ہے نا؟ انصاف کے ساتھ سوچیں، کم از کم ان سنتوں کو برا تو نہ سمجھیں! اتنا تو کہہ دو کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا متبع ہے''۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کی بشری لغزشیں معاف کر کے انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔آمین!

بچھڑا کچھ اس ادا سے کر رُت ہی بدل گئی

اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

نگاہوں کی حفاظت اور جدید سائنس

انتخاب: محمد یحییٰ طاہر (مدرس جامعہ ھذا)

اللہ تعالیٰ نے آنکھیں انسان کو دیکھنے کے لیے عطا کی ہیں۔ان کو کھولنے اور بند رکھنے کا اختیار انسان کو دیا ہے۔اور یہ اختیار اس لیے ہے کہ جب اللہ کا حکم ہو انسان آنکھیں کھولے اور جب حکم ہو بند کرے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمَةٌ فَمَنْ تَرَكَهَا مِنْ خَوْفِ اللّٰهِ اَثَابَهُ جَلَّ وَعَزَّ اِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ)) المستدرك(٧٨٧٥)

''نظر بازی شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ہے جس نے اسے اللہ کے خوف کی وجہ سے چھوڑ دیا تو اللہ عزوجل اسے ایسا ایمان عطا فرماتے ہیں جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔''

جدید فرنگی ذہنیت کی سوچ یہی ہے کہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہے،صرف دیکھا ہی تو ہے یہ کوئی غلط کام تو نہیں۔تو کیا ہم نے کبھی یہ بھی سوچا.....شیر اگر انسان کے سامنے آجائے اور انسان صرف اسے دیکھ لے تو صرف دیکھنے سے جسم اور جان پر کیا بنتی ہے.....بچہ ماں کو صرف دیکھتا ہی تو ہے اس کی محبت اور چاہت کے جذبات کیا ہوتے ہیں؟.....سبزہ اور پھول صرف دیکھے جاتے ہیں تو پھر ان کے دیکھنے سے دل مسرور اور مطمئن کیوں ہوتا ہے.....کسی کو مصیبت میں صرف دیکھتے ہی تو ہیں تو دل بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے آخر کیوں.....؟

کسی کی بڑی دکان،مکان،بلڈنگ،کوٹھی یا کار دیکھتے ہی تو ہیں فوراً دل کے اندر حسرت،امید،حسد، رشک،بے چینی جیسی مختلف کیفیات کیوں پیدا ہو جاتی ہیں۔کسی حسین جہاں کو دیکھ کر دل دے بیٹھتے ہیں اسے صرف دیکھا ہی تو ہوتا ہے۔نوٹ اور کاغذ کا فرق ناسمجھ بچے سے پوچھو کہ نوٹ کو دیکھتے ہی اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے اور کاغذ کو دیکھنے سے کیا؟ بقول شخصے:

تیز نظر کا یہ اثر جس کو لگا شکار ہے

الغرض آنکھیں چوری کرتی ہیں، ہاتھ بڑھتے ہیں اور گناہ ہو جاتا ہے۔ اسلام اسی کیفیت کے پیش نظر چہرے کو ڈھانپنے والے پردے کا حکم دیتا ہے۔ ماہرین کی تحقیق کی مطابق نگاہوں کا اثر بالواسطہ دماغ اور ہارمونری سسٹم پر پڑتا ہے۔ اس نظام کے متاثر ہونے کی وجہ سے جسم کا تمام نظام متاثر ہو جاتا ہے اور انسان بے شمار امراض وعلل میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر نکلسن ڈیوز کا تجزیہ:

مشہور روحانیات کا ماہر تجربات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''نگاہیں جس جگہ جاتی ہیں وہیں جمتی ہیں پھر ان کا اچھا اور برا اثر اعصاب (Nerves) اور دماغ (Brain) اور ہارمونز پر پڑتا ہے۔ بیوی، بہن اور ماں کے علاوہ کسی عورت کو دیکھنے سے اور خواص طور پر شہوت کی نگاہ سے دیکھنے سے ہارمونری سسٹم کے اندر میں نے خرابی دیکھی ہے، کیونکہ ان نگاہوں کا اثر زہریلی رطوبت کا باعث بنتا ہے اور ہارمونری گلینڈز ایسی تیز، خلاف جسم زہریلی رطوبتیں خارج کرتے ہیں جس سے تمام جسم درہم برہم ہو جاتا ہے۔

کوئی انتہائی غریب شخص کسی انتہائی امیر آدمی کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر حسد کی وجہ سے ہارمونز کی ایسی رطوبت پیدا ہوتی ہے جس سے اس کا دل اور اعصاب متاثر ہوتے ہیں۔ میرا تجربہ ہے ایسی خطرناک پوزیشن سے بچنے کے لیے صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کا سہارا لینا پڑے گا۔''

اسلام اور مستشرقین

واقعی تجربات کے لحاظ سے یہ بات واضح ہے کہ نگاہوں کی حفاظت نہ کرنے سے انسان ایسے ڈیپریشن، بے چینی اور مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے جس کا علاج ناممکن ہے۔ کیونکہ نگاہیں انسان کے خیالات اور جذبات کو منتشر کرتی ہیں اور یہ انتشار اس کی گھریلو زندگی پر زیادہ اثر کرتا ہے۔ **بقیہ ص ۵۵/**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام محمد بن عبدالرحمان قنبل رحمہ اللہ

قاری محمد ابوبکر المنشاوی (مدرس جامعہ ہذا)

نام ونسب:..... آپ کا نام محمد اور کنّیت ابوعمرو ہے۔

سلسلہ نسب.....محمد بن عبدالرحمان بن محمد بن خالد نصیر سعید جرجہ مخزومی۔(معرفة القراء الكبار 1/230 غاية النهايه 2/165)

نسبت:.....آپ کو قنبل نام سے شہرت حاصل ہوئی مؤرخین نے اس کے کئی اسباب بیان کئے ہیں.

(ا)امام محمد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ مکہ میں ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جسے قنابلہ کہا جاتا تھا۔ (معرفة القراء الكبار 1/230 غاية النهايه 2/165)

علامہ دانی رحمہ اللہ نے التیسیر میں لکھا ہے کہ آپ کا گھرانہ آج تک مکہ میں قنابلہ کے نام سے جانا جاتا ہے

لغت میں قنبل سخت مضبوط اور قوی آدمی کو کہا جاتا ہے جیسا کہ صاحب محکم وقاموس نے لکھا ہے۔ ابراز المعانی 21)

ولادت ووطن:.....امام محمد بن عبدالرحمان قنبل رحمہ اللہ کی ولادت 195ھ بمطابق 810ء میں مکہ معظّمہ میں ہوئی۔ان کے شیخ احمد بن محمد بن عون نے مکہ مکرمہ میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔کہا جاتا ہے کہ ان کے والد ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ (غاية النهايه 2/145)

ساتذہ وشیوخ:.....امام محمد بن عبدالرحمان قنبل رحمہ اللہ نے امام بزی رحمہ اللہ اور احمد بن محمد بن عون رحمہ اللہ سے فن قرأت میں تحصیل وتکمیل کی۔(غاية النهايه 2/145)

سلسلہ قرأت:.....امام محمد قنبل رحمہ اللہ نے قرآن کی تعلیم ابوالحسن احمد بن محمد قواس رحمہ اللہ سے حاصل کی۔انھوں نے ابوالاخریط وھب بن واضح رحمہ اللہ سے انھوں نے اسماعیل قسط سے انھوں نے شبل بن عباد رحمہ اللہ سے اور وہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے حلقہ فیض سے مستفید ہوئے۔اس طرح روایتِ قنبل چار

واسطوں سے امام ابن کثیر تک پہنچتی ہے۔اور اگر ابن کثیر کے واسطوں کو جوڑ دیا جائے تو روایت قنبل سات واسطوں سے نبی کریم ﷺ تک پہنچ جاتی ہے۔

فضل وکمال:.....فن قرأت میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔تذکرہ نگاروں نے امام قرأت اور شیخ القراء کے القاب سے نوازا ہے۔ (غاية النهايه 2/145)

امام احمد بزی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد امام قنبل رحمہ اللہ ہی قرأت کے امام اور حجاز کے رئیس القراء تسلیم کئے گئے۔صاحب غایۃ النھایۃ کا بیان ہے کہ حجاز میں مشیخت قرأت انہی پر ختم ہوئی۔

(غاية النهايه 2/144)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«انتهت اليه رياسة القرأة بالحجاز»

''حجاز کی ریاست قرأۃ قنبل پر ختم ہوئی۔''(معرفة القراء 230)

علامہ ذہبی نے قاری مکہ اور زرکلی نے اعلام القراء اور متقن لکھا ہے۔نیز فرماتے ہیں:

«انتهت اليه مشيخة القرأة بالحجاز عصره»

''ان کے زمانے میں حجاز کی مشیخت قرأت ان پر ختم ہوئی۔''(الاعلام 4/190)

امام قنبل رحمہ اللہ نے ایک طویل مدت درس قرآن دیا۔آخر عمر میں بہت ضعیف ہو گئے تھے۔وفات سے سات سال پہلے درس وتدریس سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ (معرفة القراء 230)

سیرت و کردار:..... امام محمد قنبل رحمہ اللہ عمدہ اخلاق اور اچھی عادات کے مالک اور متقی تھے۔صاحبِ غایۃ النھایہ نے آپ کی سیرت وکردار کی تعریف کی ہے۔ (غاية النهايه 1/122)

تعلقات:.....امام محمد قنبل رحمہ اللہ کے اپنے عہد کے صاحب علم وفضل اور ائمہ علم وفن سے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ان کے علم وفضل کی شہرت کی وجہ سے دوسرے اصحاب صلاح وتقویٰ دور دور سے ان سے ملنے آیا کرتے تھے کہ تبحر علمی کی بنا پر لوگ ان سے ربط وتعلق پیدا کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے ابوعبداللہ قصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ ان کی درمیانی عمر میں تھا۔(الأعلام 4/190)

تلامذہ:..... امام محمد قنبل رحمہ اللہ کے پاس ایک جم غفیر اپنی علمی تشنگی بجھانے آتا تھا۔علامہ ذھبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

«وورحل اليه القراء رحلواعنه»

''اورقراءان کے پاس آ کراستفادہ کیا کرتے تھے۔''(الصبر فی خبر عن غبر 2/89)

ان کے چند تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

ابوبکر بن مجاھد، ابوالحسن بن شنبوذ، محمد بن عیسیٰ جصاص، ابراہیم بن عبدالرزاق، ابوبکر محمد بن موسیٰ زینبی، محمد بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن صباح، ابوربیعہ محمد بن اسحاق، اسحاق بن احمد خزاعی، محمد بن حمدون، عباس بن فضل، احمد بن محمد بن ھارون وغیرھم رحمہم اللہ

راوی قرأت:..... دوسرے قرائے کرام کی طرح امام محمد قنبل رحمہ اللہ کی قرأت کے بھی ایک خاص راوی ہیں جن کا مختصر تعارف یہ ہے۔

ابوبکر احمد بن موسیٰ عباس بن مجاھد یہ ابن مجاھد سے مشہور ہیں۔245ھ میں پیدا ہوئے۔قرأت میں اس قدر مہارت وصلاحیت حاصل کی کہ اس فن کے امام کہلائے۔علامہ دانی فرماتے ہیں کہ علم وفضل اورفہم وادراک میں تمام معاصرین سے فائق وبرتر تھے۔امام النحو ثعلب کا بیان ہے کہ ہمارے زمانے میں کتاب اللہ کا ابن مجاھد سے بڑا کوئی عالم نہیں۔انہوں نے 19 شعبان 324ھ میں وفات پائی۔

وفات امام محمد قنبل رحمہ اللہ:..... امام محمد قنبل رحمہ اللہ نے 291ھ بمطابق 903ء 94 سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں ہی وفات پائی۔

بقیہ ص ۵۲۔

اسلامی سلامتی کا مذہب ہے اس میں ہی سکون ہیں اوراس کی تعلیمات انسان کی پریشانیوں کا مداوا کرتی ہیں۔لہذا ہمیں اسلامی احکامات کو مدنظر رکھ کر زندگی گزارنی چاہیے۔

(بتغیر یسیر، ازسنت نبوی اور جدید سائنس، ج ا،ص ۲۲۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک شمع اور بجھی اور بڑھی تاریکی

اسامہ اشرف (درجہ خامسہ)

جنگل میں اتنی خاموشی پہلے تو کبھی نہ تھی!

اے کارواں! ٹھہر کوئی ساتھی بچھڑ گیا شاید

آج شیخ عبدالسلام رستمی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر سُن کر رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد آئی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ علم کو علماء کی ارواح قبض کرنے کے ساتھ اٹھائے گا لیں گے۔'' (بخاری: ٣٤)

موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں، ایسا امر ہے جس سے کسی کے لیے جائے فرار نہیں، جس میں ادنیٰ کی تمیز نہ اعلیٰ کا پاس، چھوٹے پر ترس نہ بڑے کا لحاظ، جو وقت دیکھتی ہے نہ وقت کی ضرورت بس ایسا وار جس کی زد میں ان گنت مخلوقات بے شمار جن و بشر آ چکے ہیں۔

گلشن میں کچھ پھول ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی خوشبو مرجھانے کے بعد بھی رہتی ہے ایسے ہی شیخ محترم تھے اگرچہ اس گلشنِ حیات کو چھوڑ کر چل دیے لیکن ان کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

اے گل چمن اجل پر تجھے کیا نادانی ہوئی

پھول تُو نے وہ توڑا جس سے پورے گلشن کی ویرانی ہوئی

شیخ موصوف رحمہ اللہ جیسے عظیم محدث روز بروز پیدا نہیں ہوتے زندگی سالہا سال کا دہر وحرم کا طواف کرتی ہے تب جا کر کوئی الشیخ صاحب جیسا عظیم انسان پیدا ہوتا ہے جو اپنی قوم اور آنے والی نسلوں کے لیے مینارۂ نور بنتا ہے۔

سرحد میں بالخصوص آپ کے شاگرد ہزاروں کی تعداد میں دینی خدمت میں مصروف ہیں جو آپ کے لیے عظیم صدقہ جاریہ ہیں اللہ رب العزت کا آپ پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس دور میں اللہ رب العزت نے آپ سے اسلاف کی یاد تازہ کر دی کہ بقیہ صفحہ نمبر 50 پر دیکھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند کتاب دوست لوگوں کا تذکرہ

تحریر.....محمد عظیم حاصل پوری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ﴾(فاطر: ۲۹)

''جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت (کے فائدے) کے امیدوار ہیں جو کبھی ختم و تباہ نہیں ہوگی''

کتاب ایک خاموش دوست ہے جس کا رشتہ انسان کو علم و فن کی بہت سی منازل طے کرنے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حصول علم میں بطور معاون کون سی چیز زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو علم سے بے بہرہ رکھنا چاہتا ہو اس سے کتابوں کا شوق و رغبت ختم کر دیتا ہے۔ (مجموعہ الرسائل الکبریٰ:۱/ ۲۳۹)

کتاب دوست لوگوں کا تذکرہ

علامہ مسعودی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''اے میری کتابو! تم میری جلیس و انیس ہو، تمہارے ظریفانہ کلام سے نشاط اور تمہاری ناصحانہ باتوں سے تفکر پیدا ہوتا ہے۔ تم پچھلوں اور پہلوں کو ایک عالم میں جمع کر دیتی ہو۔ تمہارے منہ میں زبان نہیں، لیکن تم زندوں اور مردوں دونوں کے افسانے سناتی ہو، تم ہمسایہ ہو لیکن ظلم نہیں کرتیں، عزیز ہو لیکن غیبت نہیں کرتیں، دوست ہو لیکن مصیبت میں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔''

جاحظ کہتا ہے: ''کتاب سب سے بہتر خزانہ، بہتر ہم نشین، بہتر شغل، تنہائی کی دوست اور سفر کی رفیق ہے۔'' بعض حکماء کا قول ہے کہ کتابیں علماء کے باغ ہیں۔ متنبّی کہتا ہے: ''انسان کا سب سے بہتر ہم نشین اس کی کتاب ہے۔'' منصور بن مہدی نے مامون سے پوچھا کہ ہم کو علم کب تک

حاصل کرنا چاہیے؟ مامون نے جواب دیا کہ جب تک جسم میں جان رہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو متبع سنت معروف تھے، ان کے پوتے عبداللہ بن عبدالعزیز کا یہ حال تھا کہ وہ لوگوں کی صحبت سے بھاگتے تھے، ہمیشہ ہاتھ میں کوئی کتاب لے کر قبرستان میں چلے جاتے تھے اور اس کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ لوگوں نے جب اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: گورستان سے بڑھ کر کوئی ناصح، کتاب سے بڑھ کر کوئی مونس اور تنہائی سے بڑھ کر کوئی محافظ ہم کو نظر نہیں آتا۔

(کتاب المحاسن والاضداد /۳)

امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۴ء) بہت بڑے تابعی اور علم حدیث کے امام ہیں۔ امام مالک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا علم حدیث میں جو مقام ہے، کیا اس میں کوشش اور کثرت مطالعہ کو دخل نہیں؟ اس کا جواب ذیل کے واقعہ میں ہے۔ امام زہری جب اپنے گھر میں بیٹھتے تھے تو چاروں طرف کتابوں کا انبار رہتا تھا، وہ ان کتابوں کے مطالعہ میں اس قدر مصروف ہو جاتے تھے کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں رہتی تھی۔ ایک دن ان کی بیوی نے تنگ آ کر کہہ دیا: خدا کی قسم یہ کتابیں مجھ پر سوکنوں سے بھی زیادہ بھاری ہیں۔ (ابن خلکان :۱/ ۴۵۱)

یاقوت حموی جو مسلمانوں میں بہت بڑا جغرافیہ دان گزرا ہے، وہ اپنے وطن اور اہل وعیال کو چھوڑ کر مدتوں مرو میں اس لیے پڑا رہا کہ وہاں کے کتب خانے اس کے لیے زنجیر پا تھے۔ وہ خود لکھتا ہے کہ کتب خانے کی دوسو کتابیں میرے گھر میں پڑی رہتی تھیں اور میں ان کی خوشہ چینی میں مصروف رہتا تھا، اس کتب خانے کی محبت نے دل سے ہر شہر کی محبت بھلا دی تھی اور اہل وعیال سے بے خبر کر دیا تھا۔

(مجمع البلدان ، ذکر مرو)

آج ہم ایک کتاب کو ایک بار بھی دیکھتے ہیں تو اکتا جاتے ہیں۔ علمائے سلف ایک کتاب کو سینکڑوں بار دیکھتے تھے اور پیاس نہیں بجھتی تھی۔ ابونصر فارابی نے ارسطو کی کتاب النفس کا سو مرتبہ مطالعہ کیا تھا۔

(ابن خلکان :۲/ ۲۵۲)

ابن سینا اس درجہ کا شخص ہے کہ اس کے بعد کے تمام حکماء اور فلاسفر اس کی تصنیفات کے دریوزہ گر ہیں، لیکن وہ اس فضل وکمال کا مالک صرف اس لیے ہوا کہ سلطنت سامانیہ کا وسیع کتب خانہ

اس کی آنکھوں کے لیے وقف تھا۔ایام طالب علمی میں ایک شب بھی کامل اس کی آنکھوں نے خواب کا لطف نہیں اٹھایا اور نہ کسی روز سوائے مطالعہ کے کوئی دوسرا شغل رہا، ایک ایک کتاب کو بیسیوں بار پڑھا ۔خود ابن سینا کا بیان ہے کہ میں نے فارابی کی کتاب طبعیات کا چالیس مرتبہ مطالعہ کیا۔

(کتاب الاطباء :۲/۷۳)

علمائے اسلام میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا جو رتبہ ہے، اس سے کون آشنا نہیں ۔دنیاوی مقبولیت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ خوارزم شاہ جو اس وقت بڑے سطوت و جبروت کا بادشاہ تھا وہ خود امام سے ملنے ان کے گھر آتا تھا۔امام صاحب ہر وقت علمی مشاغل میں مصروف رہتے تھے ۔یہاں تک کہ کھانے میں بھی جو وقت ہوتا تھا۔امام صاحب کو اس کے بھی ضائع ہونے کا افسوس تھا، امام صاحب کا قول ہے: خدا کی قسم مجھ کو کھانے کے وقت میں علمی مشغولیت کے فوت ہونے کا افسوس ہوتا ہے، کیونکہ زمانہ اور وقت بہت عزیز ہے۔'' (عیون الانباء :۲/۲۳)

صاحب ابن عیاد (المتوفی ۳۸۵ء) تیغ وقلم دونوں کا مالک تھا، سلطنت سامانیہ کا وزیر تھا۔وہ علم وادب اور انشاء پردازی کا امام وقت بھی تھا۔صاحب کو کتب بینی سے عشق تھا۔سفر ہو یا اقامت وہ مطالعہ سے فارغ نہ بیٹھتا تھا۔کتب بینی کے ساتھ اس کا عشق اس سے ظاہر ہے کہ خاندان بنو بویہ کے نوح بن منصور نے سلطنت بویہ کی وزارت کی پیش کش کی اور بخارا بلایا تو صاحب نے سب سے بڑا عذر یہ پیش کیا کہ یہاں سے ہٹنے کے لیے صرف میری کتابوں کی بار برداری کے لیے چار سو اونٹوں کی ضرورت ہوگی۔صاحب ابن عباد جب عام سفر کے لیے نکلتا تھا تو تیس اونٹوں پر صرف علم وادب کی کتابیں لدی رہتی تھیں۔ (ابن خلقان :۱/۳۰)

فتح بن خاقان، خلیفہ متوکل کا وزیر تھا، ایک وزیر کے لیے علمی شوق قائم رکھنا نہایت مشکل تھا، فتح بن خاقان اپنی عبا کی آستین اور جیب میں ہمیشہ کتاب رکھتا تھا تو فتح خلیفہ کی واپسی تک اپنی کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہتا تھا، یا خود فتح جب نماز وضروری حاجت کے لیے اٹھتا تھا تو آمد ورفت کے راستہ میں بھی کتب بینی سے باز نہیں آتا تھا۔ (فوات والفیات ص/۲)

علامہ مجد الدین فیروز آبادی جس پایہ کے شخص تھے، وہ ان کی تصنیف قاموس سے ظاہر ہے، جس کی

مقبولیت کی انتہاء ہے کہ خود لغت کا نام قاموس قرار پا گیا، لیکن یہ رتبہ کمال علامہ موصوف کا بلا کوشش مطالعہ حاصل ہوا؟ خود ان کا بیان ہے کہ ہر روز جب تک میں دو سطریں حفظ نہ کر لیتا، رات کو آرام نہ کرتا۔ یہ شوق سفر میں بھی معدوم نہ ہوتا، جب علامہ موصوف سفر میں چلتے تو سامان سفر میں چند اونٹوں پر صرف ان کے مطالعہ کی کتابیں لدی رہتیں۔ (ابن خلقان :۱/ ۳۳٤)

محمد بن جہم علمائے سلف میں بہت بڑا فاضل تھے۔ کثرت معلومات کا یہ حال تھا کہ بہت سی ضخیم و مطول اور سینکڑوں مختصر کتابیں وہ دیکھ ڈالتا تھا۔ لیکن کوئی نئی بات اس کو نہیں معلوم ہوتی تھی، لیکن کیا یہ وسعت علم کثرت مطالعہ کے بغیر پیدا ہو گئی تھی۔ (کتاب المحاسن و الاضدادص / ۳۰)

ابن رشد جو مشرق کا فلسفی اعظم ہے، اس کو کتب بینی کا اس قدر شوق تھا کہ تمام عمر تین راتوں کے سوا اور کبھی اس سے یہ فریضہ قضا نہیں ہوا۔ (الندوہ ، حالات ابن رشد)

ابونصر فارابی کو جس چیز نے مشرق کا سب سے نامور حکیم بنا دیا، وہ کتابوں کا مطالعہ ہے' گو فارابی مفلس اتنا تھا کہ گھر میں چراغ تک نہ تھا۔ مگر شوق چین نہ لینے دیتا تھا، رات کو جاگ جاگ کر پاسبانوں کی قندیل کی روشنی میں مطالعہ اور تصنیف کرتا تھا۔ (طبقات الاطباء:۲/ ۳٤)

دنیا کی بہترین کتاب

آیئے دینا کی بہترین کتاب کو اپنا دوست بنائیں۔ جسے خالق اور مخلوق میں فرق ہے اسی طرح خالق اور مخلوق کی کتابوں میں بھی فرق ہے۔ دنیا کی سب سے بہترین کتابیں خالق کائنات کی آسمانی کتابیں ہیں، جن پر ایمان ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ لیکن ان میں سے سب سے بہترین کتاب قرآن مجید کو پڑھنا، سمجھنا، سیکھنا، سکھانا اور اس کی ہر بات پر عمل پیرا ہونا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ عام کتاب کوئی پڑھے تو پڑھا لکھا اور معزز ہے اگر نہ پڑھے تو مجرم اور گنہگار نہیں مگر اللہ کی کتاب سے روگردانی دنیا و آخرت کی ذلت کا سبب ہے۔ اللہ کی کتاب سے ہر طرح کا تعلق اور رشتہ آدمی کو نفع دیتا ہے۔ آیئے اپنا رشتہ اللہ کی کتاب سے استوار کریں۔

مزاج اور نفسیات کا خیال رکھیئے

محمد عثمان مدنی اسامہ اشرف (درجہ سادسہ)

آپ ﷺ گفتگو برتاؤ اور ہر چیز میں لوگوں کے مراتب اور ان کی نفسیات کا پورا خیال رکھتے۔آپ ﷺ کو مردم شناسی میں کمال حاصل تھا۔

ہر شخص کی خوبیوں اور اس کے کمزور پہلوؤں پر آپ ﷺ کی عمیق نظر ہوتی۔ ہر شخص کے مزاج اور طبیعت کا گہرا مطالعہ کرتے۔ ہر معاملے میں ان کے مزاج کا خیال رکھتے۔جن لوگوں کی تربیت آپ ﷺ کو مقصود ہوتی آپ ﷺ ان کے حالات وکوائف ان کی ذہنی وجسمانی طاقت ان کی فطری صلاحیت اور ان کے مزاج وطبیعت کو ملحوظ رکھتے۔احادیث کے مطالعہ کے دوران یہ واقعہ آپ نے ضرور پڑھا ہوگا کہ ایک شخص آتا ہے وہ سب سے افضل عمل کے بارے میں پوچھتا ہے تو آپ ﷺ اسے جواب دیتے ہیں

''جہاد'' سب سے افضل عمل ہے۔ بخاری کتاب العتق، باب ای الرقاب أفضل ، 2518

ایک دوسرا شخص آتا ہے اور یہی سوال کرتا ہے تو آپ ﷺ اسے یہ جواب دیتے ہیں کہ

''نماز'' سب سے افضل عمل ہے۔ مسلم کتاب الایمان ، 84

ایک تیسرے سائل کو آپ ﷺ یہ بتلاتے ہیں کہ ''حسنِ اخلاق'' سب سے بہتر عمل ہے۔ سنن ابن ماجه ، کتاب الطب ، 3436

بظاہر آپ ﷺ کے ان اقوال میں تضاد محسوس ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ جوابات مخاطب کے ذہن اور نفسیات کو سامنے رکھ کر دیئے گئے ہیں۔ایک شخص جو نماز روزہ کی بڑی پابندی کرتا ہے نوافل کا بھی اہتمام کرتا ہے مگر جہاد سے اس کی طبیعت ابا کرتی ہے جب وہ افضل عمل کے بارے میں سوال کرتا ہے تو آپ ﷺ اسے جہاد پر آمادہ کرنے کیلئے ''جہاد'' کو افضل عمل قرار دیتے ہیں۔

ایک دوسرا شخص آتا ہے جو بڑی زیادہ نیکیاں کرتا ہے مگر نماز سے جی چراتا ہے آپ ﷺ اس سے اچھی طرح واقف ہیں اسی لیے اس کیلئے ''نماز'' کو بہترین عمل قرار دیتے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''جی ہاں! میری بوڑھی ماں زندہ ہے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ ! اپنی ماں کی خدمت کرو اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔'' سنن نسائی ، کتاب الجهاد ، 3106

قارئین کرام ! غور کیجئے ایک شخص بوڑھی ماں کو چھوڑ کر جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کر رہا ہے جبکہ ماں سے فطری محبت کا تقاضہ یہ تھا کہ اس کی خدمت کیلئے جہاد میں عدم شرکت کی اجازت طلب کی جاتی ۔ رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ دوررس سے یہ کمزوری کب چھپ سکتی تھی۔ آپ ﷺ نے صحابی کی دکھتی رگ پر انگلی رکھی اور فرمایا جاؤ ! اپنی ماں کی خدمت کرو تمہارے لیے یہ ہی جہاد ہے۔ جہاد بہترین عبادت اور افضل ترین عمل ہے مگر انسان جب ماں کے حقوق کی ادائیگی میں کما حقہ دلچسپی نہ لے پھر اس کیلئے ماں کی خدمت ہی جہاد کا درجہ رکھتی ہے۔

آیئے !اسی سلسلے میں ایک اور واقعہ پر غور کریں۔ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں بہت سے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہوں مگر اپنے اندر ان کو چھوڑنے کی سکت نہیں پاتا ۔ البتہ صرف کسی ایک گناہ کو چھوڑ سکتا ہوں ۔ رسول اللہ ﷺ دریافت فرماتے ہیں: ''کیا تم مجھ سے یہ عہد کرتے ہو کہ کبھی جھوٹ نہیں بولو گے؟'' وہ شخص کہتا ہے : اے اللہ کے رسول ﷺ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا ۔ اس کے بعد وہ شخص یہ کہتے ہوئے چلا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کتنی آسان چیز کا مطالبہ کیا ہے ۔ جب رات کی تاریکی بڑھ جاتی ہے تو یہ آدمی گناہ کے ارادے سے گھر سے نکلتا ہے مگر معاً ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ کل جب رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوگی اور وہ مجھ سے سوال کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا ۔ اگر سچ بولوں گا تو مجھ پر گناہ کی حد جاری کی جائے گی اور اب میں جھوٹ بھی نہیں بول سکتا کیونکہ جھوٹ نہ بولنے کا عہد کر چکا ہوں ۔ اس شخص کے قدم جب بھی کسی گناہ کیلئے آگے بڑھتے یہی خیال اس کے لیے زنجیرِ پا بن جاتا ۔ چند دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ سے اس کی ملاقات ہوئی جب آپ ﷺ نے حالات پوچھے تو وہ بولا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! جھوٹ نہ بولنے کے عہد نے تمام گناہ

چھڑا دیئے۔

(رسول اکرم ﷺ بحیثیت ماہر نفسیات از ڈاکٹر سعدیہ غزنوی)

اس واقعہ پر ذرا غور فرمائیں ! ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر بہت سارے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں ان گناہوں کو نہیں چھوڑ سکتا صرف ایک گناہ کو چھوڑ سکتا ہوں ۔اگر رسول اللہ ﷺ چاہتے تو شراب چھوڑنے کا وعدہ لے لیتے جو کہ

''اُم الخبائث''یعنی برائیوں کی جڑ ہے ۔آپ ﷺ چوری کو ترک کرنے کا وعدہ لے لیتے جو خود تو انسان کی آخرت تباہ کرتی ہے اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتی ہے مگر آپ ﷺ اس شخص کی نفسیات اور مزاج کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں یہ شخص جو بہت سے گناہوں کے ارتکاب کی بات مجھ سے کہہ رہا ہے بہت راست گو اور سچائی پسند ہے ۔یہ گناہوں میں ملوث ضرور ہے مگر حق بات کہنے کی جرأت و ہمت رکھتا ہے ۔اس صورت حال میں جھوٹ ترک کر دینا مشکل بھی نہیں ہوگا ۔پھر آپ ﷺ کی ذہن میں مستقبل کا پورا خاکہ آ جاتا ہے ۔چنانچہ آپ ﷺ اس سے جھوٹ نہ بولنے کا عہد لے لیتے ہیں ۔بس رسول اللہ ﷺ کا اندازہ صحیح نکلتا ہے ۔وہ کہتا ہے کہ یہ تو میرے لیے بہت آسان چیز ہے پھر مستقبل کے بارے میں آپ ﷺ نے جو کچھ سوچا تھا وہ صحیح ثابت ہوتا ہے۔

اگر رسول اللہ ﷺ نے نفسیات و مزاج کا لحاظ نہ رکھا ہوتا اور کسی دوسرے بڑے گناہ کے ترک کرنے کا وعدہ لے لیا ہوتا تو شاید اس کی زندگی میں اتنی جلدی انقلاب نہ آتا ۔اسی طرح کی واقعات احادیث و سیر کی کتابوں میں بڑی تعداد میں موجود ہیں ۔

آخر میں ہر مربی کو ان کی روشنی میں اپنے زیر اثر افراد کی نفسیات و مزاج کو سمجھنا ان کے حالات و کوائف کا تجزیہ کرنا اور ان کے منازل و مراتب کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے ۔نفسیات کے مطالعہ کو تربیت کے سلسلہ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

اس شہر میں مزدور جیسا دربدر کوئی نہیں
جس نے سب کے گھر بنائے اُس کا گھر کوئی نہیں

تبصرہ کتب

نام کتاب.....طائفہ منصورہ کا دفاع (قصیدہ نونیہ) تالیف..... امام ابن القیم رحمہ اللہ

ترجمہ وتشریح.....ابومسعود عبدالجبار سلفی حفظہ اللہ ناشر.....مرکز تفہیم القرآن والسنۃ

تبصرہ نگار..... مولانا رحمت اللہ شاکر صفحات..... 159

امام ابن القیم رحمہ اللہ، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد ہیں دونوں شخصیتیں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بہت سی کتابیں لکھیں معاندین، مخالفین محرفین متکلمین، روافض اور تمام باطل عقاید رکھنے والوں کا رد کیا۔ اصل معیار قرآن وحدیث کو قرار دیا۔ ان کے مقابلے میں آنے والی ہر شخصیت اور رائے کو ایک طرف کر دیا۔ قصیدہ نونیہ بھی ابن القیم رحمہ اللہ کی ایک ایسی شاندار کاوش ہے جس میں انہوں نے اشعار کی صورت میں طائفہ منصورہ اہل حق کا دفاع کیا ہے، ان کے عقاید کو واضح کیا ان کی علامات، خوبیوں اور انہیں ملنے والے انعامات کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے نفرت، حسد، بغض، کینہ اور دشمنی رکھنے کی خوب خبر لی ہے۔

اس قصیدے کو نونیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے ہر شعر کا اختتام نون پر ہوتا ہے۔ ابن القیم متوفی ۷۵۱ھ نے (۵۸۲۸) اشعار پر مبنی یہ قصیدہ تحریر فرمایا۔ علم کلام کی پیچیدگیوں اور گمراہیوں کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا۔ اس قصیدہ کے منتخب اشعار کا اردو ترجمہ وتشریح انتہائی سہل انداز میں ابومسعود عبدالجبار سلفی حفظہ اللہ نے تحریر کر کے اساتذہ، طلبہ اور عامۃ الناس کے لیے آسانی فرمادی ہے۔ یہ ان کی بہت بڑی خدمت ہے اور منہج سلف سے گہری محبت ک دلیل ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ابومسعود عبدالجبار سلفی حفظہ اللہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں حجرہ شام مقیم میں مقیم ہیں تیس سے زائد کتابوں کے مصنف ومترجم اور شارح ہیں۔ قصیدہ نونیہ حضرت نور پوری رحمہ اللہ سے سبقا پڑھنے کا شرف انہیں حاصل ہے' کتاب انتہائی مفید ہے' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولف مترجم، شارح، ناشر اور معاونین کے لیے صدقہ جاریہ اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

تبصرہ کتب

نام کتاب.....انوار حدیث

تالیف.....شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ

ضخامت.....120 صفحات

ناشر.....مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان 106 راوی روڈ لاہور

خدمت حدیث ایک ایسا پاکیزہ عمل ہے جس کی سعادت ہر صاحب علم حاصل کرنے کے لیے بے تاب رہتا ہے اور اپنا نام خدام حدیث کی لسٹ میں دیکھنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ صحابہ کرام سے رضی اللہ عنہم سے شروع ہوا اور ائمہ محدثین نے اپنی اپنی وسعت کے مطابق یہ فریضہ سرانجام دیا۔ کتب حدیث کو جمع کیا۔ اربعین کے نام سے احادیث کو جمع کیا۔ اربعین نووی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی مقبولیت سے نوازا ہے۔ مختلف علماء نے مختلف مسائل وفضائل پر اربعین کے نام سے کتابیں لکھیں۔ نخبۃ الاحادیث جو سو احادیث کا مجموعہ ہے کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ اہل حدیث کے مدارس میں یہ کتاب پہلی کلاس میں پڑھائی اور یاد کروائی جاتی ہے۔

انوار حدیث بھی صد احادیث کا مجموعہ ہے۔ تمام روایات بخاری ومسلم سے لی گئیں ہیں۔ کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم میں کیا گیا ہے۔ پہلا باب عقاید وعبادات، دوسرا باب معاملات وحقوق، تیسرا باب اخلاق وکردار، چوتھا باب احکام ومسائل، پانچواں باب دعوات واذکار پر مشتمل ہے۔ ہر حدیث پر عنوان دیا گیا ہے اور اس کی ضروری تشریح دیگر احادیث کی روشنی میں بڑے خوبصورت انداز میں کی گئی ہے۔ کتاب انتہائی مفید ہے۔ مؤلف شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اعظم حافظ عبدالستار الحماد کو اللہ تعالیٰ نے تدریس، خطابت اور تحریر کی تمام خوبیوں سے بیک وقت وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ بہت سے کتابوں کے مصنف ہیں۔ فتویٰ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ملکہ عطا فرمایا ہے فتاویٰ اصحاب الحدیث کے نام سے ان کا مجموعہ منظر عام پر آچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ کی زندگی میں برکت فرمائے۔ آمین!

MAJALLAH **AlMukarram** GUJRANWALA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احباب کے لیے خوشخبری!

اب حافظ اسعد محمود سلفی حفظہ اللہ کے بیانات انٹرنیٹ پر بھی سنیے

اپنے براؤزر (Web Browser) پر یہ ایڈریس لکھیں

ویڈیو بیانات کے لیے

www.dailymotion.com/al-mukarram-grw

آڈیو بیانات کے لیے

org.archive.www

سرچ باکس (Search Box) میں

al mukarram grw لکھیں اور انٹر (Enter) دبائیں

Facebook

www.facebook.com/almukarramgrw

قارئین کرام! سلسلہ دار المکرم آپ کا اپنا رسالہ ہے، خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھنے کی دعوت دیں، ہمیں آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا، اپنے گراں قدر مشوروں سے نواز کر شکریہ کا موقع دیں

Designed & Printed by: Maktaba Islamia